عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۲۰ | ۲۴ تا ۳۰ / ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۸ تا ۱۴ / مارچ ۲۰۰۲ء | شمارہ نمبر ۴۲

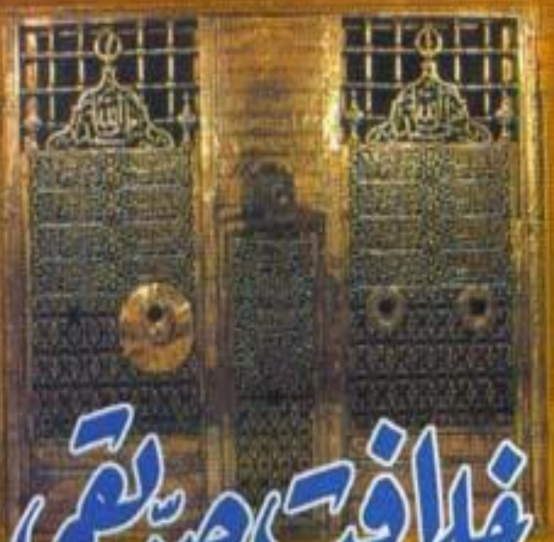

خلافتِ صدیقی

قرآن کریم کی روشنی میں

خاتم النبیین کا مفہوم

مرزا غلام احمد کی ایک پیش گوئی

مدارس دینیہ کی خدمات

قادیانیوں کے عزائم و مقاصد

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

متعدی امراض اور اسلام:

س:...... کیا جذام کے مرض میں مبتلا شخص سے اسلام نے رشتہ ختم کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو اس مرض میں مبتلا مریض سے جینے کا حق کیوں چھینا جاتا ہے؟ اور یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اس سے شیر کی طرح بھاگو اور اس کو لمبے بانس سے کھانا دو؟

ج:...... جو شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہو، اگر لوگوں کو اس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا جائے تو یہ تقاضائے عقل ہے، باقی بیماری کی وجہ سے اس کا رشتہ اسلام سے ختم نہیں ہوگا۔ اس بیماری پر اس کو اجر ملے گا۔ اسلام تو مرض کے متعدی ہونے کا قائل نہیں، لیکن اگر جذامی سے اختلاف کے بعد خدانخواستہ کسی کو یہ مرض لاحق ہوگیا تو ضعیف الاعتقاد لوگوں کا عقیدہ بگڑے گا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ مرض اس کو جذامی سے لگا ہے۔ اس فسادِ عقیدہ سے بچانے کے لئے لوگوں سے کہا گیا ہے کہ اس سے شیر کی طرح بھاگو (لمبے بانس سے کھانا دینے کا مسئلہ مجھے معلوم نہیں، نہ کہیں یہ پڑھا ہے)۔ الغرض جذام والے کی تحقیر مقصود نہیں بلکہ لوگوں کو ایذائے جسمانی اور خرابیٔ عقیدہ سے بچانا مقصود ہے۔ اگر کوئی شخص قوی الایمان اور قوی المزاج ہو وہ اگر جذامی کے ساتھ کھالے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھایا ہے۔

اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے انبیأ کی معیت نصیب ہوگی، ان کا درجہ نہیں:

س:...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ "ومن یطع اللہ والرسول الخ" (النسأ:۶۹) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ: "جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیأ علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں، اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔" اور اس کی تشریح یہ بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبی، صدیق، شہید اور صالح کا درجہ مل سکتا ہے۔ کیا یہ مطلب اور تشریح درست ہے؟ اگر نہیں تو اس کے صحیح مطلب اور تشریح سے مطلع فرمائیں؟

ج:...... یہ تشریح دو وجہ سے غلط ہے ایک تو یہ کہ نبوت ایسی چیز نہیں جو انسان کو کسب و محنت اور اطاعت و عبادت سے مل جائے، دوسرے اس لئے کہ اس سے لازم آئے گا کہ اسلام کی چودہ صدیوں میں کسی کو بھی اطاعت کاملہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کوشاں رہیں گے گو ان کے اعمال کم درجے کے ہوں لیکن ان کو قیامت کے دن انبیأ کرام، صدیقین، شہداء اور مقبولان الٰہی کی معیت نصیب ہوگی۔

ولی اور نبی میں کیا فرق ہے؟

س:...... انبیأ کرام اور اولیأ عظام میں سب سے بڑا فرق کیا ہے؟

ج:...... "نبی" براہ راست خدا تعالیٰ سے احکام لیتا ہے، اور "ولی" اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع ہوتا ہے۔

کوئی ولی، غوث، قطب، مجدد کسی نبیؑ یا صحابیؓ کے برابر نہیں:

س:...... مجدد، ولی، قطب، غوث، کوئی بڑا صاحب تقویٰ عالم دین، امام وغیرہ ان سب میں سے کس کے درجہ کو نبیوں اور پیغمبروں کے درجہ کے برابر کہا جا سکتا ہے؟

ج:...... کوئی ولی، غوث، قطب، امام، مجدد کسی ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، نبیوں کی تو بڑی شان ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

کیا گوتم بدھ کو پیغمبروں میں شمار کر سکتے ہیں؟

س:...... اعلیٰ تعلیم یافتہ جدید ذہن کے لوگ گوتم بدھ کو بھی پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

ج:...... قرآن و حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں آیا۔ اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

شرعی حکم یہ ہے کہ جن انبیأ کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں ان پر تو تفصیلاً قطعی ایمان رکھنا ضروری ہے اور باقی حضرات پر اجمالاً ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے جتنے انبیأ کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، خواہ ان کا تعلق کسی خطہ ارضی سے ہو، اور خواہ وہ کسی زمانے میں ہوئے ہوں، ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

جلد: ۲۰ ۲۴ تا ۳۰/ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۸ تا ۱۴/ مارچ ۲۰۰۲ء شمارہ ۴۲

☆ بیاد ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۱۶۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۱۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۶۵ روپے
سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ 300487-9 کراچی پاکستان ارسال کریں

اس شمارے میں

- قادیانیوں کی جانب سے توہین رسالت پر مبنی لٹریچر کی تقسیم (اداریہ) 4
- خاتم النبیین کا مفہوم (علامہ سید سلیمان ندویؒ) 6
- خلافت صدیقؓ قرآن کی روشنی میں (مولانا محمد اسحاق) 9
- حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ (صاحبزادہ حافظ محمد سعید لدھیانوی) 15
- قادیانیوں کے خطرناک عزائم و مقاصد (مولانا منظور احمد الحسینی) 17
- مرزا غلام احمد کی ایک پیش گوئی (مولانا عبدالرحیم اشعر) 23
- مدارس دینیہ کی خدمات (مولانا قاری کامران احمد) 24
- ناموس رسالت کا تحفظ (قاری عطا محمد نقشبندی) 25
- اچھے کاموں کی تلقین (شفیق الرحمٰن) 27

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph:583486-514122 Fax:542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph:7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری | طابع: سید شاہد حسن | مطبع: القادر پرنٹنگ پریس | مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

قادیانیوں کی جانب سے توہین رسالت پر مبنی لٹریچر کی تقسیم

امریکی ایوان نمائندگان میں توہین رسالت کے قانون اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی قانونی دفعات کو ختم کرنے سے متعلق متعارف کرائی گئی قرارداد کی گونج ابھی مدہم بھی نہ پڑنے پائی تھی کہ چناب نگر میں قادیانیوں کی جانب سے توہین رسالت' توہین انبیائے کرام اور توہین قرآن پر مشتمل لٹریچر کی تقسیم کا واقعہ پیش آ گیا۔ اس واقعہ سے متعلق اخبارات میں شائع ہونے والی خبر کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ:

''چناب نگر میں قادیانیوں نے توہین آمیز لٹریچر پھیلا دیا' علاقے میں کشیدگی' 2 گرفتار

پمفلٹ میں انبیاء کرام' قرآنی آیات' اسلام اور 74ء کی قومی اسمبلی سے متعلق توہین آمیز جملے تحریر ہیں

چناب نگر (نمائندہ خبریں) چناب نگر میں قادیانیوں نے سوچی سمجھی سازش کے تحت توہین رسالت' انبیاء اور توہین قرآن پر مشتمل لٹریچر تقسیم کر دیا جس سے مسلمانوں میں سخت اشتعال پایا جاتا ہے۔ تھانہ چناب نگر پولیس نے امن عامہ کی صورت حال کو برقرار رکھنے کے لئے اسپیشل پولیس بلائی جو شہر کی سڑکوں پر گشت کر رہی ہے۔ پولیس نے اس سلسلہ میں دو قادیانی بھی گرفتار کر لئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق گزشتہ روز قادیانی افراد نے ۲ پمفلٹ تقسیم کئے جن میں سے ایک کا عنوان ''منکر ختم نبوت کون'' اور دوسرے کا عنوان ''ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہوگا'' ان دونوں پمفلٹوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق نازیبا الفاظ لکھے گئے ہیں۔ قرآنی آیات کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ تمام مسلمانوں کو جہنمی کہا گیا ہے' جس پر تھانہ چناب نگر پولیس نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔'' (روزنامہ خبریں ۲۶/فروری ۲۰۰۲ء)

کہتے ہیں کہ جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے بھی پر نکل آتے ہیں لیکن وہ حقیقت حال کا ادراک کرنے کی بجائے اپنے ان عارضی پروں کے ذریعہ لمبی اڑان کی سوچ میں رہتی ہے حتیٰ کہ اس کا آخری وقت آ جاتا ہے۔ کچھ یہی صورت حال قادیانیوں کی ہے۔ وہ خاصے عرصے سے پر پرزے نکال رہے ہیں جس کی تازہ مثال چناب نگر میں رونما ہونے والا یہ واقعہ ہے جس کی تفصیل ابھی آپ کی نظر سے گزری ہے۔ اس قسم کے واقعات کے سدباب کا صحیح طریقہ تو وہی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے بارے میں اختیار کیا لیکن پاکستان میں چونکہ باقاعدہ حکومت موجود ہے اس لئے اس سلسلے میں فوری ایکشن لے کر اس قسم کی حرکات کے مستقل سدباب کی ذمہ داری موجودہ حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ ہم اس موقع پر مختصراً یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ قادیانی اسلام کو ختم کرنے اور مذہبی لحاظ سے مقدس ہستیوں کی توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان کا خیال ہے کہ ان اوچھی حرکات کے ذریعہ وہ اسلام کو ختم کر کے مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے اور اپنے آقا سفید طاغوت کے بل بوتے پر اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب قادیانیت کو دنیا میں پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے۔ وہ چونکہ ابلیس ابیض کو اپنا خدا بنائے بیٹھے ہیں اس لئے مسلمانوں کے خلاف اس کی ہر عارضی کامیابی پر قادیانی خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ وجہ صاف ظاہر ہے' قادیانیت اس کا خود کاشتہ پودا جو ٹھہرا۔ قادیانی ہر دور میں اس بات کے خواہاں رہتے ہیں کہ یہ خود کاشتہ پودا اپنے آقا کی سرپرستی میں برگ و بار لاتا رہے۔ چنانچہ عصر حاضر میں جب کہ مسلمان بظاہر مغلوب نظر آتے ہیں' قادیانی ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ کسی طرح پاکستان میں ان پر جو آئین و قانونی پابندیاں عائد کی گئیں ہیں وہ ختم ہو جائیں تاکہ انہیں اور ان کے آقاؤں کو اس ملک میں کھل کھیلنے کا موقع مل سکے۔ ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی کے تحت مختلف ممالک میں اپنے گماشتوں کے ذریعہ کبھی وہ توہین رسالت کے قانون کو اپنا نشانہ بناتے تھے اور کبھی امتناع قادیانیت آرڈی نینس ان کے پروپیگنڈہ کا نشانہ بنتے تھے۔ آخر کار ان کی کوششوں کے زیر اثر امریکی ایوان نمائندگان میں ان کے حق میں ایک قرارداد پیش ہوئی لیکن توہین رسالت کے قانون اور امتناع قادیانیت سے متعلق ترامیم اور آرڈی نینس کو برقرار رکھے جانے سے متعلق حکومت پاکستان کے ترجمان کے وضاحتی بیان نے قادیانیوں کی توقعات پر پانی پھیر دیا۔ گزشتہ اداریے میں اس کی کچھ تفصیل آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ قادیانیوں کی ان کوششوں سے مکمل طور پر اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے کن ذرائع کو استعمال کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ ٹھنڈے دل سے یہ سوچتے کہ کیا وجہ ہے کہ دنیا بھر میں مسلمان ان کو کافر کہتے اور سمجھتے ہیں اور باوجود ان کے اسلام پر ہر ممکن اصرار کے انہیں کوئی بھی مسلمان کہنے کا روادار نہیں؟ اور اس لحاظ سے وہ اپنے عقائد کا بغور مطالعہ کرتے اور اگر واقعی انہیں اپنے عقائد میں کوئی سقم اور کجی نظر آتی تو اسے دور

کرتے' اس کے بجائے انہوں نے شروع ہی سے اپنے عوام کو اپنے عقائد کی اس کجی اور سقم سے بے خبر رکھنے کی روش کو اپنائے رکھا۔ دنیا جانتی ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول مانتے ہیں' اور خود مرزا غلام احمد کا بھی یہی دعویٰ تھا لیکن قادیانی ہیں کہ وہی مرغے کی ایک ٹانگ لئے پھرتے ہیں کہ جی ہم تو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد اور ملہم مانتے ہیں۔ آپ فیصلہ کیجئے! ایسے موقع پر قادیانیوں کو کیا یہ نہیں چاہئے تھا کہ وہ مرزا غلام احمد کی کتابوں میں دیکھتے کہ آیا واقعی اس نے اپنے آپ کو نبی اور رسول لکھا ہے یا یہ صرف مولویوں کی اختراع ہے؟ اگر وہ مرزا غلام احمد کی کتابوں میں ایسے دعوے پاتے تو مرزا پر دو حرف بھیج کر دین اسلام کو قبول کر لیتے اور آئندہ کے لئے ان عقائد سے توبہ کر لیتے' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانیہ کے بارے میں بھی وہ اپنے عقائد پر نظر ثانی کرتے تو آج ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا اور شاید قادیانیوں کی تعداد انگلیوں پر شمار کئے جانے کے لائق ہوتی لیکن مرزائے قادیان کی نسبی و روحانی اولاد بھی اپنے جد امجد کی طرح عوام کو لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھانے کی عادی ہے' چنانچہ قادیانیوں کے خود ساختہ خلیفہ مرزا طاہر کی زبان اپنے عقائد کو چھپا کر مولویوں کو ہر خرابی کا ذمہ دار ٹھہراتے نہیں تھکتی' خواہ کچھ ہو جائے اس کی تان مولویوں پر آ کر ٹوٹتی ہے کہ سارے فساد کی ذمہ داری ان پر ہے' حالانکہ اگر وہ ٹھنڈے دل سے سوچے تو اس پر واضح ہو جائے کہ یہ سارا مسئلہ تو اس کے دادا کا کھڑا کیا ہوا ہے' اس میں مولویوں کا کیا قصور؟ لیکن اگر وہ اس حقیقت کا اعتراف کر لے تو پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ اس کے ہاتھ میں کہاں رہے گا' وہ تو اپنی گدی کا دفاع کر رہا ہے لیکن عام قادیانیوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا کہ وہ بظاہر اپنے آپ کو اعلیٰ تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد کے پیش کردہ تمام غلط عقائد اور نظریات کو اس طرح اپنے سے چمٹائے ہوئے ہیں گویا یہ ان کی متاع عزیز ہے' حالانکہ یہ عقائد صریح کفر' زندقہ اور گمراہی ہیں' جن کی سزا ابدالآباد کے لئے جہنم ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ دیکھئے! مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا' امت محمدیہؐ نے اس کے سامنے قرآن کریم پیش کیا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا' اس لئے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں' مرزا غلام احمد نے نہ مانا' امت نے اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پیش کیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں' مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی نہ مانا' امت نے صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال پیش کئے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی نہ مانا بلکہ ہر مدعی نبوت کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں وہی معاملہ کیا جس کا وہ مستحق تھا' مرزا غلام احمد اس پر بھی نہ مانا' امت نے گزشتہ تیرہ صدیوں کے ائمہ دین' مجتہدین' مفسرین' محدثین اور بزرگوں کے اقوال پیش کئے کہ وہ سب کے سب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی نبوت کا کوئی احتمال نہیں' مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے بھی درخور اعتنا نہ سمجھا تو اس کے دور کے مولویوں نے صرف اتنی جسارت کی کہ یہ عرض کیا کہ جو ان باتوں کو نہ مانے سے شریعت کی اصطلاح میں کافر کہا جاتا ہے اور اس کے متبعین بھی کفار شمار ہوتے ہیں' بس پھر کیا تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا پارہ چڑھ گیا اور جو اس کے منہ میں آیا وہ مولویوں کو بکتا چلا گیا' نہ بڑے کو دیکھا نہ چھوٹے کو' نہ نبی کی عزت و ناموس کا لحاظ کیا نہ اولیائے کرام کے شرف و کرامت کا' غرض یہ کہ ہر مسلمان کے بارے میں اس کی زبان بے لگام زہر اگلتی گئی' ہم قادیانیوں سے بصد احترام یہ دریافت کرنا چاہیں گے کہ کیا ایسا شخص جو نہ کسی نبی کو بخشے' نہ کسی ولی کو اور نہ کسی عام مسلمان کو وہ نبی تو بجا کیا ایک شریف انسان کہلانے کا حق دار ہو سکتا ہے؟ یقیناً نہیں' دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے انبیائے کرام کی شان میں گستاخیاں کیں' انہیں گالیاں دیں' انہیں شرابی کہا' آپ بتائیے کیا یہ سب کچھ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کے ایمان والا مسلمان بھی کر سکتا ہے؟ اور سنئے! مرزا غلام احمد نے اسلامی تعلیمات کا کھلے بندوں مذاق اڑایا' مسلمانوں کو ایسے خرافات بکے کہ کوئی ذی ہوش انسان انہیں نقل کرتے ہوئے بھی ہزار بار سوچے گا اور ہر بار اپنی زبان و قلم روک لے گا' علمائے کرام کو تو اس نے وہ کچھ کہا کہ الامان والحفیظ' اندھا شیطان' گمراہ دیو' طوائفوں کی اولاد جیسے الفاظ تو مرزا صاحب کو اس طرح یاد تھے جس طرح کسی شاعر کو اپنا کلام یاد ہوتا ہے اور وہ وقتاً فوقتاً اسے سناتا رہتا ہے' کم و بیش یہی حالت مرزا غلام احمد قادیانی کی تھی' اس کردار کے شخص کے بارے میں علمائے کرام کا یہ کہنا بالکل درست تھا اور ہے کہ ایسے کردار کا شخص تو محلے کے لچے لفنگے کی برابری کا بھی اہل نہیں چہ جائیکہ مسلمان یا نبی ہو' ان معروضات کے پیش نظر ہماری قادیانیوں سے پھر درخواست ہے کہ وہ اپنے عقائد پر نظر ثانی کریں اور صحیح اسلامی عقائد و تعلیمات کو قبول کر کے مرزا غلام احمد قادیانی سے اپنا رشتہ منقطع کر کے نبی آخر الزمان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں پناہ حاصل کر لیں' یاد رکھئے! بروز قیامت نہ کسی جھوٹے مدعی نبوت کی نبوت کام آئے گی اور نہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کسی ظلی و بروزی نبوت کے مدعی کی پیروی' اس روز تو بس دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں پناہ مل سکے گی اور اسی سے وابستگی کام آئے گی' اور اس کے لئے شرط اعظم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا اور آپؐ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا انکار ہے' ہم قادیانیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم نبوت اور ختم نبوت کے عقیدے کے اثبات کے ذریعہ دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ لے لیں' یہی مدار نجات ہے' اسی میں ان کے لئے کامیابی ہے اور یہی ان کے لئے بہتر ہے۔

خاتم النبیین کا مفہوم

علامہ سید سلیمان ندویؒ

یہ رعب و نصرت پیرووں کی کثرت' سجدہ گاہ عام' اعجاز دوام' جوامع الکلم' دعوت عمومی' تکمیل دین' آیات مبین خود اس بات کے دلائل ہیں کہ آپؐ کے وجود اقدسؐ پر تمام پیغمبرانہ نعمتوں کا خاتمہ ہوگیا' اور نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا' اور اب دنیا کسی نئے آنے والے نبی کے وجود سے مستغنی ہوگئی' اسی لئے قرآن پاک نے عہد نبوت کے سب سے بڑے مجمع میں یہ اعلان عام کیا کہ:

''آج میں نے تمہارا دین کامل
کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور
تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو
پسند کیا۔'' (مائدہ)

یہ آیت جو ۹ ذوالحجہ ۱۰ ہجری کو نازل ہوئی' اس بات کی بشارت تھی کہ نبوت جس کا مقصد دین کی عمارت میں کسی نہ کسی اینٹ کا اضافہ تھا' وہ آج تکمیل کو پہنچ گئی' لیکن اس سے پہلے ۵ ہجری میں بھی یہ بشارت ان الفاظ میں گوش گزار ہوچکی تھی:

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی
کے باپ نہیں' لیکن خدا کے پیغمبر اور تمام
نبیوں کے خاتم ہیں۔'' (احزاب)

ختم کے لغوی معنی ''کسی چیز کو اس طرح بند کرنے کے ہیں کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے اور نہ باہر کی چیز اس کے اندر جاسکے اسی سے اس کے دوسرے معنی کسی شے کو بند کرکے اس پر مہر کرنے کے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اندر سے نہ کوئی چیز باہر نکلی ہے اور نہ کوئی باہر کی چیز اس کے اندر گئی ہے' چونکہ یہ عمل مہر سب سے آخر میں کیا جاتا ہے۔ اس کے معنی انتہا اور ختم کرنے کے بھی آتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ معنی مستعمل ہوئے ہیں' مثلاً:

''آج قیامت کے (دن) ان کے
منہ پر مہر لگادیں گے (یعنی بند کردیں گے)
کہ بول نہ سکیں۔'' (یٰس)

یہاں ختم کے معنی ''بند کردے'' کے بالکل ظاہر ہیں:

''خدا نے ان (کافروں) کے
دلوں پر مہر لگادی ہے (یعنی ان کے دلوں
کے دروازے بند کردیئے)۔'' (بقرہ)

کہ باہر سے جو نصیحت اور ہدایت کی باتیں وہ سنتے ہیں' وہ ان کے دلوں کے اندر نہیں گھستیں' اور بے اثر رہتی ہیں:

''اور خدا نے اس کے کان پر اور
دل پر مہر لگادی (یعنی اس کے کان اور دل
بند کردیئے)۔'' (جاثیہ)

کہ اس کے کان کے اندر دعوت رسول کی آواز' اور اس کے دل کے اندر اس آواز کا اثر نہیں جاتا:

''اہل جنت پلائے جائیں گے وہ
شراب جس پر مہر لگی ہوگی۔'' (مطففین)

وہ سربمہر یعنی بند ہوگی جو اس بات کا ثبوت ہوگا کہ یہ خالص شراب ہے' یہ کھلی نہیں کہ اس کے اندر کی خوشبو باہر نکل گئی ہو اور نہ اس کے اندر باہر سے کوئی چیز کسی نے ملادی ہے جس سے اس کی تیزی کم ہوگئی ہو' اس کے بعد یہ آیت ہے:

''اس کی مہر مشک ہوگی (یا) اس
شراب کا آخر مشک ہوگا۔'' (مطففین)

یعنی اس کے ہر گھونٹ کے پینے کے بعد مشک کی بو اس میں سے نکلے گی' یا یہ معنی کہ بوتل یا صراحی کا منہ غایت صفائی اور نزاہت کی غرض سے دنیا کی طرح مٹی' لاکھ یا موم کے بجائے مشک خالص سے بند ہوگا۔

بہرحال ان تمام استعمالات سے یہ بالیقین معلوم ہوگیا کہ اس لفظ کے عمومی اور مشترک معنی کسی چیز کے بند کرنے کے ہیں' لفظ خاتم کی دو قرأتیں ہیں' مشہور قرأت تو خاتِم (بکسر تاء) کی ہے' جس کے معنی ختم کرنے والے اور بند کرنے والے کے ہوئے اور دوسری قرأت خاتَم کی ہے' جس کے معنی ہیں'' وہ شے جس کے ذریعہ سے کوئی شے بند کی جائے اور اس پر مہر لگائی جائے تاکہ وہ کھولی نہ جاسکے' اور نہ اس کے اندر کوئی چیز باہر سے جاسکے الغرض دونوں حالتوں میں آیت پاک کا حاصل معنی ایک ہی ہوگا کہ آپؐ کا وجود پیغمبروں کے سلسلہ کو بند کرنے والا اور ان پر مہر لگادینے والا ہے کہ پھر آئندہ کوئی نیا شخص اس جماعت میں داخل نہ ہوسکے۔

آیت پاک کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے وہ ظاہری باپ نہیں ہیں' جس کے رشتہ کی بنا پر وراثت اور حرمت نکاح وغیرہ کے احکام جاری ہوتے ہیں بلکہ وہ روحانی باپ (رسول اللہ) اور سب سے آخری روحانی باپ (خاتم النبیین) ہیں' اس لئے باپ ہونے کے ظاہری احکام کے بغیر آپؐ سے وہی پدرانہ محبت رکھنی چاہئے' اور اسی طرح آپ کی پدرانہ اطاعت کرنی چاہئے۔

احادیث صحیحہ میں لفظ خاتم النبیین کی تشریح

بالکل صاف اور واضح ہے' مسند احمد میں حضرت ثوبان اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما اور ترمذی میں صرف حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس کے قریب جھوٹے نبی پیدا ہوں گے:

"بہ تحقیق میں نبیوں کا خاتم ہوں
میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح ہے' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ آپ کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے تکمیل دین اور خاتم نبوت کی جو مشہور تمثیل بیان کی ہے اس سے بھی لفظ خاتم النبیین کی پوری تفسیر ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی عمدہ محل بنوایا ہو' لوگ اس کو آ کر دیکھتے ہیں' اور اس کی عمدگی اور خوبصورتی پر عش عش کرتے ہیں' لیکن اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے' تو کہتے ہیں کہ اگر یہ اتنا تمام نہ رہ جاتا تو خوب ہوتا۔" اس کے بعد مختلف روایتوں میں حسب ذیل الفاظ ہیں:

"تو میں وہی آخری اینٹ ہوں۔"
(بخاری و مسلم باب خاتم النبیین)

"تو میں وہی آخری اینٹ ہوں اور
سب پیغمبروں کا خاتم ہوں۔"
(بخاری باب خاتم النبیین و صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ و عن ابی سعید خدری باب خاتم النبیین)

"تو اسی آخری اینٹ کی جگہ ہوں'
میں آیا تو پیغمبروں کا سلسلہ ختم کردیا۔"
(صحیح مسلم باب مذکور عن جابرؓ)

"میں پیغمبروں میں اسی آخری
اینٹ کی جگہ ہوں۔"
(باب فضائل النبی ترمذی عن ابی بن کعبؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء کے مقابلہ میں اپنے جو مخصوص فضائل گنائے ہیں ان میں ایک ختم نبوت بھی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم (کتاب المساجد) ترمذی (کتاب السیر باب الغنیمہ) اور نسائی میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اور انبیاء مجھ سے ختم کئے گئے۔"

سنن دارمی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اور میں پیغمبروں کا خاتم ہوں' اور
اس پر فخر نہیں۔" (باب ما اکرم اللہ نبیہ ص ۱۶)

آپؐ کا خاتم نبوت ہونا کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا' بلکہ یہ آپؐ کی وہ خصوصیت تھی جو آپؐ کے لئے روز ازل سے مقرر ہو چکی تھی' آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"میں خدا کا بندہ اور خاتم انبیاء تھا اور
آدم ہنوز اپنے عنصر خاکی میں پڑے تھے۔"

حضرت علیؓ کو جب آپؐ نے اہل بیت کی نگرانی کے لئے مدینہ میں چھوڑ کر تبوک جانا چاہا اور حضرت علیؓ نے ہمرکاب نہ ہونے پر ملال ظاہر کیا' تو آپؐ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا:

"کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم میں
اور مجھ میں وہ نسبت ہو جو ہارون اور موسیٰ
میں تھی' لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی
نہیں۔" (صحیح بخاری غزوۂ تبوک)

صحیح مسلم (مناقب علی) میں یہ الفاظ ہیں:

"لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں'
لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔"

صحیح بخاری (کتاب الانبیاء) اور صحیح مسلم (کتاب الامارۃ) میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی نگرانی اور سیاست انبیاء کیا کرتے تھے' ایک نبی جب مرتا تھا تو دوسرا نبی پیدا ہوتا تھا۔

"اور بہ تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہ
ہوگا۔"

جامع ترمذی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی مدح میں فرمایا:

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو وہ
خطاب کے بیٹے عمر ہوتے۔"

عربی زبان جاننے والے کو معلوم ہے کہ "لو" امر محال کے لئے آتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا محال ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں ماحی ہوں کہ خدا میرے ذریعہ سے کفر کو محو کرے گا' میں حاشر ہوں کہ خدا میرے پیچھے سب کو جمع کرے گا' اور میں عاقب (آخری) ہوں' "الذی لیس بعدہ نبی" جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا' جامع ترمذی اور بعض دوسری کتابوں میں آخری فقرہ ان الفاظ میں ہے "الذی لیس بعدی نبی" یعنی میں وہ عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

صحیح بخاری میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ "خوشخبریوں کے سوا نبوت کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا" صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! خوشخبریاں کیا ہیں؟ فرمایا "رویائے صالحہ" (یعنی سچے خواب) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنے امور غیب سے مطلع کرنے کے لئے متعدد ذرائع مقرر کئے ہیں' منجملہ ان کے ایک رویائے صالحہ بھی ہے' اسی لئے احادیث میں آیا ہے کہ "نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو مومن کا رویائے صالحہ ہے" ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ "تم سے پہلے قوموں میں محدثین (بات کئے گئے) ہوا کرتے تھے' اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر ہیں۔" ائمہ حدیث نے محدث کے معنی ملہم کے لکھے ہیں۔

غرض ختم نبوت کے بعد اب جو نعمت اہل ایمان

کے لئے باقی رہ گئی ہے وہ صرف دو ہیں رویائے صالحہ اور الہام لیکن چونکہ نبی کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں اور نہ اس کی سچائی کی کوئی قطعی شہادت موجود ہے اس لئے کسی مومن کے رویائے صالحہ اور الہامات کسی دوسرے شخص پر بلکہ خود اس پر بھی حجت نہیں اور ان کے منجانب اللہ ہونے کا یقین کامل کرنا ان کی اطاعت وپیروی کرنا ان کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور ان کی صداقت پر تحدی کرنا ضلالت وگمراہی ہے ان رویائے صالحہ اور الہامات کے ذریعہ سے جو چیز مومن کو دی جاتی ہے وہ احکام نہیں ہوتے بلکہ صرف خوشخبریاں ہوتی ہیں یعنی امر غیب اور مستقبل کی کچھ اطلاعات اور مناظر۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے مرض الموت میں حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھایا حضرت ابوبکرؓ امام تھے اور صحابہ کرام صف بستہ پیچھے اس وقت یہ آخری اعلان فرمایا:

”اے لوگو! نبوت کی خوشخبریوں (غیبی ذرائع علم وخبر) میں سے اب کوئی چیز باقی نہیں رہی لیکن ایک رویائے صالحہ جو مسلمان اپنے متعلق آپ دیکھے یا کوئی دوسرا اس کے متعلق دیکھے۔“ (جلد اول ص ۲۱۹)

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ رویائے صالحہ شخصی احوال ومناظر سے متعلق ہے اسی کتاب میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہمارے مقصد کے اثبات کے لئے اس سے بھی زیادہ صاف اور واضح ہے حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن مجلس نبوی میں خدام حاضر تھے آپؐ نے فرمایا:

”رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔“

صحابہ پر یہ بات سخت گزری تو آپؐ نے فرمایا ولکن المبشرات لیکن خوشخبریاں باقی ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! خوشخبریاں کیا ہیں؟ فرمایا مرد مومن کی رویائے صالحہ وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

یہ تمام حدیثیں حقیقت میں جیسا کہ ترمذی و حاکم میں ہے اس آیت کی تفسیر ہیں:

”ہاں! اولیائے الٰہی کو کوئی خوف اور غم نہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے تھے ان کو دنیا اور آخرت میں بشارت ہے۔“

صحابہؓ نے پوچھا کہ دنیا میں ان کے لئے بشارت کیا ہے؟ فرمایا ”رویائے صالحہ“ اس آیت پاک سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ ان مبشرات کے حصول کا ذریعہ ایمان اور تقویٰ کی تکمیل ہے اور دوسری یہ کہ ایسے لوگوں کا نام جن کو یہ مرتبہ حاصل ہوا اولیاء اللہ ہے اور اس لئے ان کے اس رتبہ کا نام ولایت ہوگا اس کو جزئی نبوت، لغوی نبوت، مجازی نبوت، نبوت ناقصہ (یا ظلی وبروزی نبوت) وغیرہ کے الفاظ سے ادا کرنا ایسی لفظی گمراہی ہے جو معنوی گمراہی کی طرف مفضی ہے اور اس سے شرک فی النبوۃ کی اسی طرح برائیاں پیدا ہوں گی بلکہ ہوئیں اور ہورہی ہیں جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو مجازی معنوں میں ابن اللہ کہہ کر حقیقی معنوں میں عیسائی شرک فی التوحید میں مبتلا ہوگئے کیونکہ ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہوچکا دین کی تکمیل ہوچکی دنیا میں خدا کا آخری پیغام دعوت محمدیؐ کے ذریعہ سامعہ نواز ہوچکا معمار قدرت اپنی عمارت میں اس آخری پتھر کو اپنی جگہ پر رکھ کر اپنی تعمیر پوری کرچکا درجہ بدرجہ ستاروں کے طلوع کے بعد وہ خورشید انور طالع ہوا جس کے لئے غروب نہیں جس طرح طرح کی بہاروں کے آنے کے بعد باغ کائنات میں وہ سدا بہار موسم آگیا جس کے بعد پھر خزاں نہیں۔

(ماخوذ از سیرۃ النبی جلد سوم)

بقیہ سوانحی خاکہ

ذکریا مہاجر مدنیؒ

۳:...... عہد نبوت کے ماہ وسال۔ ترجمہ بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ از مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

۴:...... سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ (عربی سے ترجمہ)

۵:...... سوانح حیات حضرت شیخ الحدیثؒ

۶:...... اختلاف امت اور صراط مستقیم جلد اول

۷:...... اختلاف امت اور صراط مستقیم جلد دوم

۸:...... عصر حاضر حدیث نبویؐ کے آئینہ میں

۹:...... رجم کی شرعی حیثیت

۱۰:...... آپ کے مسائل اور ان کا حل (نو جلدیں)

۱۱:...... شخصیات وتاثرات (جلد اول)

۱۲:...... شخصیات وتاثرات (جلد دوم)

۱۳:...... تحفہ قادیانیت (چار جلدیں)

۱۴:...... دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار

۱۵:...... دنیا کی حقیقت (جلد اول)

۱۶:...... دنیا کی حقیقت (جلد دوم)

۱۷:...... دعوت وتبلیغ کے چھ بنیادی اصول

۱۸:...... اصلاحی مواعظ (دو جلدیں)

۱۹:...... شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم

۲۰:...... ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ

۲۱:...... حسن یوسف (مقالات کا مجموعہ)

۲۲:...... رسائل یوسفی

۲۳:...... ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں

(زیر ترتیب)

۲۴:...... اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم۔

۱۳/صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۸/مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات علم وعمل کا یہ کوہ گراں اور شہادت کا آرزومند تھا بارا ستر سالہ مسافر صبح دس بجے گھر سے دفتر آتے ہوئے جام شہادت نوش فرماکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوگیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

خلافتِ صدیقی قرآن کریم کی روشنی میں

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آخری دین ہے اور قیامت تک اسی کی پیروی ذریعہ نجات ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ جل شانہ نے اس کی بقا اور اس کے تحفظ کے لئے ایسے اسباب پیدا فرمادیئے کہ جن کے ہوتے ہوئے اس میں کسی تغیر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ منجملہ ان اسباب کے یہ ہے کہ اس کے اولین متبعین کو سیاسی قوت و طاقت عطا فرمائی گئی اور انہیں کتاب و سنت کا محافظ و ناصر بنادیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو پورا عرب مسلمانوں کے زیر نگیں ہو چکا تھا اور تخت رومی و تاج کیانی کی پامالی چند دن کی بات رہ گئی تھی۔

سلطان الانبیاءؐ والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ مرحلہ آیا' جب دین کی حفاظت و اشاعت کا بارامتِ مسلمہ کے کاندھوں پر رکھ دیا گیا۔ اس بارعظیم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اٹھالیا اور بلاشبہ اس کا حق ادا کردیا۔ اس وقت ان کی سربراہی جس عظیم شخصیت نے کی ان کا نام نامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ و جانشین مقرر ہوئے اور مقصد نبوی کی تکمیل میں مصروف ہوگئے۔

سیدالاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جانشینی اور خلافت کوئی معمولی منصب نہیں' اس عظیم الشان منصب پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تقرر کس طرح ہوا؟ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موصوف کو اپنا ولی عہد مقرر فرمایا تھا؟ یا کوئی وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد ابوبکر کو میرا خلیفہ مقرر کرنا؟ یا مسلمانوں نے صرف اپنی رائے سے آں محترمؓ کو اپنا امام اور خلیفہ رسول منتخب کرلیا؟ ان سوالات کا حل آئندہ سطروں میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پسندیدہ خلافت:

خلیفہ اول سیدنا و امامنا حضرت ابوبکر صدیق

مولانا محمد اسحٰق

رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرامؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور آں ممدوح اس منصب عظیم پر انتخاب کے ذریعہ سے فائز ہوئے لیکن یہ انتخاب صرف اپنی رائے اور اجتہاد سے نہ تھا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور آنحضورؐ کے دلی منشا پر مبنی تھا۔ جمہور صحابہؓ پر یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہی تھی کہ ان کے اولین جانشین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں۔ اس وجہ سے انہیں اس منصب کے لئے منتخب کیا گیا' بعض حضرات صحابہ کرامؓ کو ابتدا میں اس حقیقت کا علم نہیں ہوا تھا لیکن جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوگئے تو کچھ دنوں کے بعد سب مسلمانوں پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مرضی تھی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔

خلافتِ صدیقی کا ثبوت قرآن مجید سے:

حضرت صدیق اکبرؓ امام برحق تھے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی وخوشنودی اسی میں تھی کہ وہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین بنائے جائیں' گویا اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا اور مسلمانوں کو یہی کرنا چاہئے تھا جو انہوں نے کیا۔ حق تعالیٰ جل شانہ جو حکم اپنے بندوں کو دیتے ہیں اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں' ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ حکم دے کر اس کی تعمیل بندے کے ارادے پر چھوڑ دی جاتی ہے' بندہ اپنے ارادے سے اس کی تعمیل کرتا ہے' اگر ارادہ نہ کرے تو تعمیل نہیں ہوتی' مثلاً حق تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا' مگر اس کی ادائیگی خود بندے کے ارادے پر موقوف ہے' اور حق تعالیٰ جل شانہ کی مرضی یہ ہے کہ بندہ اپنے ارادے سے نماز پڑھے' اگر وہ ارادہ نہ کرے تو گناہگار ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل

کا حکم دیں اور اسے کرنے کا ارادہ بھی بندے کے دل میں پیدا فرمادیں' گویا حکم کے ساتھ اس پر عمل کی توفیق خاص بھی عطا فرمادیں' اور بندے کا ذہن اس کی تعمیل ہی کی طرف جائے' کسی دوسری طرف رخ نہ کرے' اور جب اس پر عمل ہو جائے تو بندے پر یہ بات منکشف ہو جائے کہ یہی حکم الٰہی تھا اور میرا عمل مرضی الٰہی کے عین مطابق ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ جل شانہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپس میں اتحاد اور اتفاق کا حکم دیا' لیکن اسے مخاطبین کے ارادے پر موقوف نہیں رکھا بلکہ ان کے قلوب میں باہمی الفت و محبت پیدا فرمادی' جس سے خود بخود ان کا میلان اتحاد کی طرف ہو گیا اور باہمی اتحاد حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرمادی' کہ اس کی نعمت سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اگر آپ زمین کی ہر چیز خرچ کردیتے تو بھی ان کے دلوں میں باہمی الفت پیدا نہ کرسکتے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان باہمی الفت پیدا فرمادی۔''

یعنی جس اتحاد کا ہم نے حکم دیا تھا اس کی تعمیل کی توفیق خاص ہم نے خود اس طرح عطا فرمادی کہ تمہارے دلوں میں الفت باہمی پیدا فرمادی اور ہر مسلمان کے دل کو دوسرے مسلمانوں کی طرف مائل کردیا۔

اسی طرح جب یہ مسئلہ سامنے آیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے کس طرح جمع کیا جائے' اور خاصا وقت اس فکر میں گزر گیا تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک فرشتے کو اذان دیتے ہوئے دیکھا' اور کلمات اذان انہیں یاد رہ گئے۔ ان کا خواب سننے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان ہی کو نماز کے لئے جمع کرنے کا طریقہ بنادیا۔ جب اس پر عمل درآمد ہو گیا تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حکم الٰہی یہی تھا اور حق تعالیٰ شانہ کی مرضی یہی تھی۔

نصِ قرآنی سے خلافتِ صدیقؓ کا ثبوت:

مندرجہ بالا تمہید کی روشنی میں قرآن مجید پر نظر کیجئے تو مہر نیمروز کی طرح روشن ہو جائے گا کہ خلافت صدیقؓ مرضی الٰہی تھی اور اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا کہ انہی کو خلیفہ بنایا جائے۔ اگر کسی دوسرے کو جانشین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بنایا جاتا تو امت گرفتار وبال ہوتی۔ بطور نمونہ آیت استخلاف پیش کرتا ہوں۔ آیت استخلاف سورۂ نور پارہ ۱۸ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے تم میں سے اور اعمال صالحہ کرچکے کہ ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں' جیسے خلیفہ بنایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے (مثلاً حضرت یوشع کو حضرت موسیٰ کا خلیفہ بنایا) اور ضرور بالضرور قوی اور پائیدار کردے گا ان کے لئے دین کو وہ دین جسے پسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے' اور ضرور بالضرور بدل دے گا ان کے خوف کو امن سے' وہ لوگ ہمیشہ میری پرستش کرتے رہیں گے اور شریک نہ بنائیں گے میرے ساتھ کسی چیز کو' اور جو کوئی ناشکری کرے گا بعد اس کے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔''

اس آیت مقدسہ میں حق تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں سے تین وعدے فرمائے ہیں:

اول:...... انہیں خلافت و امامت کے منصب پر سرفراز فرمایا جائے گا۔

دوم:...... تمکین دین عطا ہوگی' یعنی دین اسلام ایسا محفوظ ہو جائے گا کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

سوم:...... خوف کے بعد انہیں امن و امان کی زندگی نصیب ہوگی اور وہ بے خوفی کے ساتھ بے خرخشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت اور اس کے دین کی اشاعت میں مصروف رہیں گے۔

یہ وعدہ استخلاف بداہتہً صحابہ کرامؓ سے تھا جو آیت کے مخاطب ہیں' کسی فہم سلیم رکھنے والے کے نزدیک دوسرا احتمال نکل ہی نہیں سکتا۔ آیت میں لفظ ''منکم'' (تم سے) قطعی اور یقینی طور پر بتارہا ہے کہ مخاطب وہی حضرات ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اس سے قطع نظر بھی فہم سلیم کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے کہ ہر آیت میں وہ لوگ یقیناً مخاطب تھے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے' بعد میں آنے والے لوگوں کو خطاب میں داخل کرنے کے لئے دلیل کی احتیاج ہوتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ وعدہ خلافت و امامت صحابہ کرامؓ ہی سے فرمایا گیا تھا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ وعدہ زمانہ نبوت کے بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتا

ہے ورنہ خطاب رسولؐ سے ہوتا نہ کہ امت سے۔

یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ کسی قوم کو خلافت عطا فرمانے کا مفہوم یہ نہیں ہوتا کہ اس کے ہر فرد کو خلیفہ اور امام بنادیا جائے' بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے کسی فرد کو اس منصب پر فائز کیا جائے گا' لیکن وہ فرد اسی قوم میں سے ہوتا ہے' اس لئے یہ شرف پوری قوم کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خلافت کا انتساب پوری قوم کی طرف کیا جاتا ہے۔ مثلاً ہمارے زمانہ میں لوگ کہتے ہیں کہ فلاں سیاسی پارٹی کی حکومت ہے' حالانکہ پارٹی کا ہر فرد حکومت میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ اسی طرح صحابہ کرام کو عطائے خلافت کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے کسی فرد کو اس منصب عظیم پر فائز کیا جائے گا۔

امر بصورت وعدہ:

یہ بات بھی بالکل ظاہر ہے کہ اعطائے خلافت کا یہ مطلب نہیں کہ آسمان سے کوئی تخت نمودار ہوگا جس پر کسی شخص کو بٹھا دیا جائے گا' اور غیب سے ندا آئے گی کہ یہ خلیفۃ اللہ ہے' اس کی اطاعت کرو' یا کسی اور خارق عادت طریقے سے خلافت قائم ہوگی' بلکہ اس کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائیں گے کہ وہ کسی شخص کو خلیفہ اور امام منتخب کرکے نظامِ خلافت قائم کریں۔ لیکن اگر وہ کسی کو منتخب ہی نہ کرتے تو خلافت کس طرح قائم ہوتی؟ یہ احتمال خارج از قیاس نہیں' کیونکہ انتخاب خلیفہ فعل اختیاری ہے' لیکن باوجود اس کے وعدہ بصیغۂ تاکید تاکید فرمایا گیا' یعنی "لیستخلفنھم" لام تاکید اور نون تاکید کے ساتھ لایا گیا' جس سے حسب قاعدہ عربی تاکید در تاکید ہوگئی' اور ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور بالضرور خلیفہ بنائیں گے۔ جب بندے کے کسی فعل اختیاری کے وقوع کی خبر خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی تاکید اور یقین دہانی کے ساتھ دی جائے' اور وہ فعل محمود بھی ہو' تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے کرنے کا حکم دیا جارہا ہے' اور وہ فعل مامور بہ ہے' اور وہ خبر یا وعدہ درحقیقت "امر" ہے جس کا اظہار بصورت وعدہ فرمایا گیا ہے۔ گویا صحابہ کرامؓ سے فرمایا جارہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم خلیفہ کا انتخاب کرنا' ہماری توفیق خاص تمہاری رفیق ہوگی' اور یہ نظام خلافت ہمارا موعودہ اور پسندیدہ نظام خلافت ہوگا۔

امر بصورت وعدہ کی حکمتیں:

اللہ تعالیٰ شانہ کو منظور تھا کہ دین اسلام تا قیام قیامت باقی رہے۔ اس لئے اس کی حفاظت کے اسباب اور ذرائع پیدا فرمائے گئے' منجملہ ان کے ایک ذریعہ یہ پیدا فرمایا گیا کہ ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل ایک بہت بڑی جماعت کو اتباع کتاب وسنت کا عملی نمونہ بنادیا گیا' اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں اقتدار بھی عطا فرمایا گیا تاکہ وہ ہر طرح دین کی حفاظت واشاعت کرسکیں اور دشمنانِ دین سے اسے اس طرح محفوظ کردیں کہ تاقیامِ قیامت کوئی اسے ضرر نہ پہنچا سکے۔ نظام خلافت کا قیام اس اقتدار کی عملی شکل تھا جس کے لئے کسی خلیفہ کا انتخاب لازم تھا۔ اس مرحلے پر باوجود اخلاص غلطی کا بھی امکان تھا' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بمنزلہ "جارحہ" بنالیا کہ بظاہر تو وہ حضرات دین کی حفاظت اپنے ارادے سے کررہے تھے لیکن درحقیقت حق تعالیٰ جل شانہ کا ارادہ اور لطف خاص ان کے ارادے پر محیط تھا کہ وہ بلاتشبیہ اس طرح کام کررہے تھے جیسے دست کاتب میں قلم' اس لئے "امر" کو بصورت وعدہ ذکر فرمایا' گویا یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس کام کے حکم کے ساتھ ہم اس کی توفیق خاص بھی تمہیں دیں گے' اور تمہاری نگرانی کریں گے تاکہ تم سے کوئی غلطی نہ ہو' ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم سے کوئی غلطی اس معاملے میں نہ ہوگی اور تمہارا انتخاب بالکل صحیح انتخاب ہوگا۔

دوسری حکمت:

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

"بے شک ہم نے ذکر (یعنی قرآن مجید اور سنت نبویؐ) نازل فرمایا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

یہ حفاظت دین کا وعدہ ہے' اور اس کے ایفا کی صورت یہ ہوئی کہ بہت قوی اسباب پیدا فرمادیئے گئے' مثلاً حفظ قرآن کی توفیق امت کو عطا فرمائی گئی' اس کی نقل کو متواتر بنادیا گیا وغیرہ' لیکن دین کے لئے یہ خطرہ پھر بھی باقی رہ جاتا تھا کہ کہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قوم سیاسی اعتبار سے مغلوب نہ ہوجائے یا انتخاب حکمران میں غلطی سرزد نہ ہوجائے' جس کا اثر یہ ہو کہ دین بحیثیت مجموعی محفوظ نہ رہے' اور کسی دوسری قوم کے سیاسی غلبہ کی وجہ سے دین کی حفاظت نہ ہوسکے یا اس کی اشاعت میں رکاوٹ پیش آئے اور آئندہ نسلوں کو اس کا کوئی صحیح عملی نمونہ نہ مل سکے' اس لئے آیت مذکورہ میں مذکور وعدۂ حفاظت کا تقاضا یہ تھا کہ دین "بحیثیت مجموعی" کی سیاسی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا جائے اور صحابہ کرام کو اس طرز پر حفاظت واشاعت دین کا حکم بصورت وعدہ دیا جائے۔ اسی طرح جیسے "انا له لحافظون" میں وعدہ حفاظت فرمایا گیا' مگر حفاظت قرآن کو امت پر فرض کیا گیا۔

تیسری حکمت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سلسلہ وحی منقطع ہو چکا تھا۔ اگر امر خلافت بصورت ''امر'' ہی ہوتا تو صدیق اکبرؓ کا انتخاب کرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کو یہ فکر ہوتی کہ ہم نے ''حکم الٰہی'' پر مرضیٔ الٰہی کے مطابق عمل کیا ہے یا نہیں؟ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا' اس لئے امر بصورت وعدہ فرمایا گیا تاکہ انتخاب کے بعد وہ مطمئن ہو جائیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ عین مرضیٔ الٰہی تھا۔

چوتھی حکمت:

اس کام کی عظمت واہمیت اور اس کا شرف ظاہر فرمانے کے لئے استخلاف کو اپنی طرف منسوب فرما کر بصورت وعدہ ذکر فرمایا گیا ہے' اس طرح جیسے:

''پس تم نے انہیں (کفار کو) قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے۔''

دیکھئے قتل کفار کو' جو صحابہ کرامؓ کا فعل تھا' حق تعالیٰ نے اپنی جانب منسوب فرمایا تاکہ اس کی اہمیت اس کا شرف اور حق تعالیٰ کے نزدیک اس کی پسندیدگی کا اظہار ہو' اسی طرح زیر تفسیر آیت میں بھی خلافت صدیقی کی اہمیت' عظمت اس کا شرف اور اس خلافت کے متعلق اپنی پسندیدگی کے اظہار کے لئے امر بصورت وعدہ ذکر فرما کر استخلاف کو اپنی ذات اقدس کی طرف منسوب فرمایا گیا ہے۔

نتیجہ بحث:

مندرجہ بالا سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کا انحصار یہ ہے کہ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ شانہ نے صحابہ کرامؓ کو خلافت سے نوازنے کا وعدہ فرمایا' اور وعدے کے پیرائے میں انہیں انتخاب خلیفہ کا حکم بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا' اس لئے جب آیت نازل ہوئی تو یہ بات یقینی اور قطعی ہوگئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کسی کو اپنا امام اور خلیفہ رسولؐ بنائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ جب واقعہ ہو گیا تو یہ بات روز روشن ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ امام برحق ہیں اور انہیں کو خلیفہ بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا' بلکہ کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں مقرر فرمایا تھا کیونکہ استخلاف کی آیت میں حق تعالیٰ نے اسے خود اپنی ذات اقدس کی طرف منسوب فرمایا ہے' اگر معاذ اللہ ان کی خلافت کو باطل کہا جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہ نے وعدہ خلافی کی' وعدہ تو کیا مگر خلافت قائم کرنے کی ہدایت نہ فرمائی' بلکہ باطل سربراہ کے ماتحت کر دیا۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔

دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ استخلاف کا انتساب حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف صحیح نہ ہے۔

وعدۂ استخلاف اور حق تعالیٰ شانہ کی جانب اس کے انتساب کا مطلب یہ ہے کہ موعودلہم جو خلافت قائم کریں گے وہ صحیح ہوگی۔ اس بارے میں ان سے غلطی نہیں ہو سکتی' اس لئے کہ حق تعالیٰ اس کی صحت اور حقانیت کے خود کفیل اور ضامن ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اسے اپنی جانب منسوب کیوں فرماتے؟

اس واقعہ کا انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ یہ انتخاب غلط تھا اور یہ خلافت موعودہ نہ تھی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ خلافت تو پائی گئی مگر استخلاف نہیں پایا گیا۔ حالانکہ کفالت کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں سے یہ بات فرمائی گئی تھی وہ انتخاب خلیفہ اور نظام خلافت قائم کرنے میں کبھی غلطی نہ کرتے۔ بطور مثال فرض کیجئے کہ ایک بادشاہ کسی شخص سے کہے کہ میں بذات خود تمہارا تقرر کلکٹری کے عہدے پر کروں گا۔ تم درخواست لکھو' مگر جب وہ درخواست دے تو بغیر منظوری کسی مل مالک کے حوالے کر دے جو اسے اپنے کارخانہ میں چپڑاسی کی جگہ دے دے' تو کیا بادشاہ پر یہ اعتراض نہ کیا جائے گا کہ اس نے غلط کہا تھا کہ میں بذات خود تمہارا تقرر کروں گا؟ جب اس نے اس کی ذمہ داری لی تھی تو سائل کی درخواست دوسری جگہ کیوں جانے دی؟ اسی طرح جب یہاں یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ خود انہیں خلافت عطا فرمائیں گے' اور بہت تاکید کے ساتھ فرمایا گیا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اتباع ہویٰ کر کے خلاف مرضیٔ الٰہی نظام خلافت قائم کر لیتے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا انتخاب عین حکم الٰہی اور رضائے رب عظیم تھا' اور ان کی خلافت وہی موعودہ خلافت تھی۔

ثبوت مدعا کے لئے تو اتنا کافی تھا مگر تنویر مزید کے لئے دو باتیں اور عرض کی جاتی ہیں۔

اول:...... جب کسی سے کوئی کسی چیز کا وعدہ کرتا ہے تو ایفائے وعدہ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ جب اس چیز کی حاجت ہوگی اس وقت وہ ضرور مہیا کی جائے گی۔ اگر احتیاج شدید کے وقت باوجود استطاعت وقدرت کے وہ چیز مہیا نہ کی جائے تو اسے وعدہ خلافی سمجھا جاتا ہے' اگر دوسرے وقت وہ چیز مہیا بھی کر دی جائے تو بھی وعدہ خلافی کا داغ زائل نہیں ہوتا' اگرچہ شکایت میں کچھ کمی ہو جاتی ہے' اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وعدہ کرنے والا اپنی غلطی پر نادم ہو کر مستقل احسان کے ذریعہ موعودلہ کے رنج کو دور کرنا اور اس

کے تعلقات کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے' اسے ایفائے وعدہ نہیں سمجھا جاتا' جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کے لئے وعدہ کرنے والے کے وعدوں پر اعتبار جاتا رہتا ہے' مثلاً ایک شخص اپنے پڑوسی سے حتمی وعدہ کرے کہ آڑے وقت پر تمہاری امداد کروں گا' پڑوسی کے گھر پر ڈاکو حملہ کردیں' اسے ماریں' مال لوٹ کر لے جائیں' اگر یہ وعدہ کرنے والا باوجود قدرت اور استطاعت اس کی طرف سے کوئی مدافعت نہ کرے تو اس کے فعل کو یقیناً وعدہ خلافی اور بے وفائی کہا جائے گا۔ اگر بالفرض کچھ مدت کے بعد وہ پڑوسی اسے کچھ روپیہ پیسہ دے دے تو اسے ایفائے وعدہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ مستقل تبرع کہا جائے گا' اور وعدہ خلافی کے دھبے سے اس کا دامن بدستور داغدار رہے گا' بلکہ اگر پڑوسی شریف الطبع ہے تو وہ اس وعدہ خلافی کا احسان لینا بھی گوارا نہ کرے گا۔

اس اصول کو پیش نظر رکھ کر وعدۂ استخلاف پر غور فرمایئے۔ ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نظامِ خلافت قائم کرنے اور اس کے لئے خلیفہ منتخب کرنے کی شدید احتیاج تھی۔ وہ وقت مسلمانوں کے لئے سخت ترین وقت تھا اور دین کے تحفظ اور اس کی بقا کے لئے نظامِ خلافت کا قیام ناگزیر تھا۔ اگر اس وقت بدنظمی پھیل جاتی یا زمام اقتدار نااہلوں کے ہاتھ میں چلی جاتی تو دین اسلام کا خاتمہ تھا۔ ایسی شدید احتیاج کے وقت بھی اگر ہم فرض کریں کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہ کا وعدہ پورا نہ ہوا' اور خلافت صدیقؓ موعودہ خلافت نہ تھی بلکہ اپنی اکتسابی اور اختراعی اور خلاف حکم رضائے الٰہی تھی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہ نے وعدہ خلافی کی کہ ایسے وقت حاجت میں بھی وعدہ پورا نہ کیا۔ اگر بالفرض بعد خرابی بسیار صحیح خلافت کی ہدایت بھی فرمائی تو اسے ایفائے وعدہ نہیں کہہ سکتے' اور وعدہ خلافی کے عیب کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف منسوب کرنا پڑے گا اعاذنا اللہ منہا۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔ جو شخص حق تعالیٰ کے متعلق یہ کہے کہ انہوں نے وعدہ خلافی کی وہ کافر ہوجاتا ہے' اس لئے مہر نیمروز سے زیادہ روشن ہوگیا کہ خلافت صدیقؓ وہی خلافت تھی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور قطعاً اور یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ خلافت تھی۔

دوم: ...... یہ کہ وعدۂ خلافت انعام کا اعلان ہے' جس سے مقصود موعودلہم کی عزت افزائی اور انہیں مزید مدارج قرب سے نوازنا تھا۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے' جس سے کسی کو اختلاف کی مجال نہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی ظاہر ہے کہ رضائے الٰہی کے خلاف نظامِ خلافت قائم کرنا ذلت آخرت اور حق تعالیٰ سے بُعد اور دوری کا سبب ہے۔ ان امور کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے کہ اگر خلافت صدیقؓ مطابق مرضیٔ الٰہی نہ تھی تو یہ لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے وعدہ تو ان سے ان کی عزت افزائی اور انہیں اپنے قرب کے مزید مدارج عطا فرمانے کا کیا مگر اس کے بجائے انہیں ایسے کام میں مبتلا کردیا جو ان کی ذلت آخرت اور حق تعالیٰ سے بُعد کا سبب بن گیا۔ کیا اسی کا نام ایفائے عہد ہے؟ اور کیا یہی حق تعالیٰ کی شان کرم کا تقاضا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے غلط راہ اختیار کرلی اس لئے ایفائے وعدہ نہیں کیا گیا تو سوال یہ ہوگا کہ ایسے لوگوں سے وعدہ ہی کیوں کیا گیا؟ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں۔ جب انہیں علم تھا کہ یہ لوگ معاذ اللہ خلافت موعودہ حاصل کرنے کی بجائے نافرمانی کریں گے اور خلافتِ باطلہ حاصل کریں گے تو ان سے اس نعمت کا وعدہ ہی کیوں کیا؟ اس کے لئے کسی دوسری جماعت کو منتخب فرمایا ہوتا؟ یہ تو معاذ اللہ انہیں اور دوسروں کو دھوکہ دینا ہوا کیونکہ وہ اور دوسرے مسلمان آیت استخلاف کی بنا پر ہی سمجھے کہ خلافت صدیقؓ موعودہ خلافت ہے۔ اگر خلافت صدیقی کو موعودہ اور موعود بہا خلافت نہ سمجھا جائے تو آیت کے اس جزو کے کوئی صحیح معنی نہیں بن سکتے' اور نہ وعدۂ الٰہی کا ایفا سمجھ میں آسکتا ہے' اس لئے اس نص قرآنی کا اقتضا یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو موعودہ' منصوصہ خلافت اور ممدوح کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل اور امت کا امام برحق تسلیم کیا جائے اور ان کے تقرر کو منجانب اللہ مانا جائے۔

اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ وعدہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں پورا ہوا تو ہم عرض کریں گے کہ یہ شبہ بالکل مہمل' غلط اور لغو ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے تو استخلاف کی حاجت ہی کیا تھی؟ دوسرے یہ کہ آیت میں "وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحت" کا فقرہ معاذ اللہ لغو ٹھہرے گا۔ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہوتا تو اس کی بجائے وعداللہ ورسولہ فرمایا جاتا۔ تیسرے یہ کہ آیت صاف بتارہی ہے کہ وعدہ جماعت سے کیا جارہا ہے نہ کہ فرد سے' اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ وعدہ زمانہ رسالت کے بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔

خلافت صدیقی کی حقانیت پر آیت کے باقی اجزا کی دلالت:

اب تک جو استدلال کیا گیا ہے اس کا ماخذ آیت استخلاف کا صرف پہلا جزو تھا' اس کے دوسرے

اجزا پر نظر کیجئے تو اس مقصد پر آیت کی دلالت اور بھی روشن ہو جاتی ہے۔ آگے ارشاد ہے:

"جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو یہ نعمت خلافت عطا فرمائی تھی۔"

مثلاً حضرت یوشع کو حضرت موسیٰ کے بعد

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ سے ان کی امت کے لئے بلاد شام کی فتح کا وعدہ فرمایا گیا تھا' مگر یہ وعدہ ان کے زمانہ میں پورا نہ ہوا بلکہ ان کے خلیفہ حضرت یوشع کے زمانہ میں پورا ہوا' اسی طرح ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بلاد شام وغیرہ کی فتح کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ان کی حیات طیبہ میں پورا نہیں ہوگا بلکہ ان کے خلفاء کے ہاتھ پر پورا ہوگا۔

"اور ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ مضبوط اور پائیدار کریں گے ان کے لئے ان کے دین کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کرلیا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خلافت موعودہ کی قطعی اور روشن علامت یہ ہوگی کہ دین اسلام اس دور میں محفوظ ہوگا' اور یہ ایک واضح اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں یہ علامت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ مرتدین اور بغاۃ کا خاتمہ ہوا' روم' ایران کی عظیم الشان سلطنتوں پر خود مسلمانوں نے حملہ کیا' حفاظت قرآن حکیم اور حفظ حدیث کے انتظامات ہوئے' علوم دینیہ کی اشاعت و حفاظت کا اہتمام ہوا۔ مختصر یہ کہ دین اس قدر مستحکم ہوگیا کہ کوئی دشمن اسے ضرر پہنچانے کا تصور بھی نہ کرسکتا تھا۔

"اور ضرور بضرور خوف کے بعد

باقی صفحہ ۲۶ پر

نعت

پروفیسر وسیم فاضلی

نام جس کا لوحِ ہفت افلاک پر تحریر ہے
وہ محمد مصطفیؐ کی ذات پُر تنویر ہے
اس کے ہر قول و عمل میں کس قدر ہے ارتباط
اس زمیں پر وہ خدائے پاک کی تنویر ہے
آج تک نازاں ہے خالق اپنی جس تخلیق پر
وہ محمد مصطفیؐ کی دوستو تصویر ہے
ضابطے صدیوں کے جس کے واسطے توڑے گئے
ایک ہی انسان ہے وہ ایک ہی رہگیر ہے
سبز گنبد کی زیارت جس کو ہوجائے نصیب
اس جہاں میں وہ سمجھ لو صاحب تقدیر ہے
وہ ہی فرمانِ خدا ہے جو ہے فرمان رسولؐ
یہی لوح وقت پر اک نور کی تحریر ہے
ان کی خاک پا سے چہروں کو سجاتے ہیں ملک
ان کی خاکِ پا فرشتوں کے لئے اکسیر ہے
جب سے میں لکھنے لگا ہوں نعت سرکار امم
اہل بینش کی نظر میں میری بھی توقیر ہے
ان کی سیرت پر فرشتے رشک کرتے ہیں وسیم
ان کی سیرت سر بسر قرآن کی تفسیر ہے

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

سوانحی خاکہ

صاحبزادہ حافظ محمد سعید لدھیانوی

مشرقی پنجاب کے ضلع لدھیانہ اور ضلع جالندھر کے درمیان دریائے ستلج حد فاصل کا کام دیتا تھا۔ ضلع لدھیانہ کے شمال مشرقی کونے میں دریائے ستلج کے درمیان ایک چھوٹی سی جزیرہ نما بستی عیسیٰ پور کے نام سے آباد تھی جو ہر برسات میں گرنے اور بننے کی خوگر تھی۔ یہ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا آبائی وطن تھا۔ حضرت شہیدؒ کی تاریخ ولادت محفوظ نہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ سن ولادت ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء ہوگا۔ والدہ ماجدہ کا انتقال شیر خوارگی کے زمانہ میں ہوگیا تھا۔ والد ماجد الحاج چوہدری اللہ بخش مرحوم ومغفور حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ سے بیعت اور ذاکر و شاغل اور زیرک و عاقل بزرگ تھے۔ دیہات میں پنچائتی فیصلے نمٹانے میں ان کا شہرہ تھا' قریب کی بستی موضع جسووال میں والد صاحب کے پیر بھائی حضرت قاری ولی محمد صاحب ایک خضر صفت بزرگ تھے۔ حضرتؒ نے قرآن کریم کی تعلیم انہی سے حاصل کی' پرائمری کے بعد ۱۳ برس کی عمر ہوگی کہ آپؒ لدھیانہ کے مدرسہ محمودیہ اللہ والا میں داخل ہوئے' یہاں حضرت مولانا امداد اللہ صاحب حصاروی سے فارسی پڑھی' اگلے سال مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے مدرسہ انوریہ میں داخلہ لیا' دو سال یہاں مولانا انیس الرحمنؒ مولانا لطف اللہ شہیدؒ و دیگر اساتذہ سے ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھیں۔

۲۷/ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا اور مشرقی پنجاب سے مسلم آبادی کے انخلاء کا واقعہ پیش آیا۔ مہینوں کی خانہ بدوشی کے بعد چک ۳۳۵ ڈبلیو بی ضلع ملتان میں آپؒ کا قیام ہوا۔ وہاں سے قریب منڈی جہانیاں میں چوہدری اللہ داد خان مرحوم کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں مدرسہ رحمانیہ تھا۔ وہاں آپؒ نے حضرت مولانا غلام محمد لدھیانوی اور دیگر اساتذہ سے تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا' ایک سال مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر میں حضرت مولانا عبداللہ رائے پوریؒ ان کے برادر خورد حضرت مولانا لطف اللہ شہید رائے پوریؒ اور حضرت مولانا مفتی عبداللطیف صاحب مدظلہ العالی سے متوسطات کی تعلیم ہوئی اس کے بعد چار سال جامعہ خیر المدارس ملتان میں تعلیم ہوئی' ۷۳-۱۳۷۲ھ میں مشکوٰۃ شریف ہوئی۔ ۷۴-۱۳۷۳ھ میں دورۂ حدیث اور درجہ حدیث کے بعد ۷۵-۱۳۷۴ھ میں تکمیل کی' خیر المدارس میں درج ذیل اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے: حضرت اقدس استاذ العلماء مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ بانی خیر المدارس و خلیفہ مجاز حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت مولانا عبدالشکور کامل پوریؒ حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیرویؒ حضرت مولانا محمد نور صاحبؒ حضرت مولانا غلام حسین صاحبؒ حضرت مولانا جمال الدین صاحب' حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیریؒ

تعلیم سے فراغت کے سال حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے سلسلہ اشرفیہ امدادیہ صابریہ میں بیعت کی اور علوم ظاہری کے ساتھ تعمیر باطن میں ان کے انوار و خیرات سے استفادہ کیا۔

تعلیم سے فراغ پر مرشد کے حکم سے روشن والا ضلع لائل پور کے مدرسہ میں تدریس کے لئے آپؒ کا تقرر ہوا اور دو سال میں وہاں ابتدائی عربی سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک تمام کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی۔ دو سال بعد حضرت مرشد نے ماموں کانجن ضلع لائل پور بھیج دیا۔ وہاں حضرت الاستاذ مولانا محمد شفیع ہوشیار پوری کی معیت میں تقریباً دس سال قیام رہا۔

تعلیم و تدریس کے ساتھ لکھنے کا شوق شروع ہی سے تھا۔ مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے زمانے میں طبع زاد مشکوٰۃ کی تقریر "التقریر الصحیح" کے نام سے تالیف کی تھی۔

سب سے پہلا مضمون مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے رد میں لکھا۔ موصوف نے "صدق جدید" میں ایک شذرہ قادیانیوں کی حمایت میں لکھا تھا۔ اس کے جواب میں ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند میں ایک مضمون شائع ہوا تھا لیکن حضرت شہیدؒ کی اس سے تشفی نہیں ہوئی' اس لئے جناب مستری ذکر اللہ صاحبؒ کے ایماء پر مولانا دریا آبادی کی تردید میں مضمون لکھا جو ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند ہی میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ایڈیٹر مولانا ازہر شاہ قیصر کی فرمائش پر "فتنہ انکار حدیث" پر ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند کے علاوہ ہفت روزہ "ترجمان اسلام" میں بھی شائع ہوا اور جمعیت علماء اسلام سرگودھا کے احباب نے اس کو کتابی شکل میں بھی شائع کیا۔

فیلڈ مارشل ایوب خان ۱۹۶۲ء میں بی ڈی نظام کے تحت ملک کے صدر بنے تو پاکستان کے "اکبر اعظم" بننے کے خواب دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن اور اس کے رفقاء کو ابوالفضل اور فیضی کا کردار ادا کرنے کے لئے

بلایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے آتے ہی اسلام پر تابڑ توڑ حملے شروع کردیئے۔ ان کے مضامین اخبارات کے علاوہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ماہنامہ "فکرونظر" میں شائع ہورہے تھے۔ حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کی تمام تر توجہ "فضل الرحمانی فتنہ" کے کچلنے میں لگی ہوئی تھی اور ماہنامہ "بینات" کراچی میں اس فتنہ کے خلاف جنگ کا بگل بجایا جاچکا تھا۔ ماہنامہ "بینات" میں ڈاکٹر صاحب کے جو اقتباسات شائع ہورہے تھے ان کی روشنی میں حضرت شہیدؒ نے ایک مفصل مضمون لکھا جس کا عنوان تھا: "ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا تحقیقاتی فلسفہ اور اس کے بنیادی اصول" یہ مضمون آپؒ نے ماہنامہ "بینات" کو تصحیح کے لئے بھیجا تو حضرت اقدس بنوریؒ نے آپؒ کو کراچی طلب فرمایا اور حکم فرمایا کہ ماموں کانجن سے ایک سال کی رخصت لے کر کراچی آجاؤ۔ یہ ۱۹۶۶ء کا واقعہ ہے چنانچہ آپؒ نے حکم کی تعمیل کی' سال ختم ہوا تو حضرت بنوریؒ نے حکم فرمایا کہ یہاں مستقل قیام کرو۔ بعض وجوہ سے ان دنوں حضرت شہیدؒ کا کراچی میں مستقل قیام مشکل تھا۔ آپؒ نے جب معذرت پیش کی تو حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ کم سے کم ہر مہینے میں دس دن "بینات" کے لئے دیا کرو۔ آپؒ نے ماموں کانجن کے حضرات سے اس سلسلے میں بات کی' مگر انہوں نے ہر ماہ دس دن کی چھٹی دینا قبول نہ کیا' جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی مرحوم ومغفور کو جب حضرت بنوریؒ کی اس خواہش کا علم ہوا تو انہوں نے نہایت محبت سے نہ صرف اپنے مدرسہ میں تدریس کی پیشکش کی بلکہ اس شرط پر کہ آپ ہمارے مدرسہ میں صرف بیس دن پڑھانا قبول فرمائیں اور دس دن بینات کے لئے کراچی تشریف لے جایا کریں۔ چنانچہ تدریس کے لئے ماموں کانجن سے ساہیوال جامعہ رشیدیہ میں تقرر ہوگیا' یہ سلسلہ ۱۹۷۴ء تک رہا۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت اقدس بنوریؒ نے "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی امارت وصدارت کی ذمہ داری قبول فرمائی تو جامعہ رشیدیہ کے بزرگوں سے فرمایا کہ ان کو جامعہ رشیدیہ سے ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان آنے کی اجازت دی جائے۔ ان حضرات نے بادل نخواستہ اس کی اجازت دے دی۔ اس طرح جامعہ رشیدیہ سے تدریسی تعلق ختم ہوا۔ اب بیس دن مجلس کے مرکزی دفتر ملتان میں اور دس دن کراچی میں گزارنے کا سلسلہ حضرت بنوریؒ کی وفات (۳/ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء) تک جاری رہا۔ حضرت بنوریؒ کا ہمیشہ اصرار رہا کہ مستقل قیام کراچی میں رکھیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کی خواہش کی تکمیل ہوئی۔ اس طرح حضرت شہیدؒ ۱۹۶۶ء سے تادم واپسیں ماہنامہ "بینات" کے مدیر شہیر رہے۔

مئی ۱۹۷۸ء میں جناب میر شکیل الرحمٰن صاحب نے روزنامہ جنگ کا اسلامی صفحہ اقرأ جاری فرمایا تو ان کے اصرار اور حضرت مولانا مفتی ولی حسنؒ اور حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی تاکید وفرمائش پر آپؒ اس سے منسلک ہوگئے اور دیگر مضامین کے علاوہ "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کے عنوان سے دینی مسائل میں رہنمائی کا مستقل سلسلہ شروع کیا جس کے ذریعہ بلامبالغہ لاکھوں مسائل کے جوابات' کچھ اخبارات کے ذریعہ اور کچھ نجی طور پر لکھنے کی نوبت آئی۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے حضرت شہیدؒ کا بیعت کا تعلق حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری نوراللہ مرقدہ سے تھا۔ ان کی وفات (۲۱/شعبان ۱۳۹۰ھ ۲۲/اکتوبر ۱۹۷۰ء) کے بعد آپؒ نے حضرت قطب العالم ریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ (المتوفی ۲۴/مئی ۱۹۸۲ء/۲۹/رجب ۱۴۰۲ھ) سے رجوع کیا اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپؒ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ اسی کے ساتھ عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی نوراللہ مرقدہ (المتوفی ۱۵/رجب ۱۴۰۲ھ) نے بھی سند اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مقرر ہوئے' ۱۴/رجب ۱۴۱۱ھ کو حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال ہوا تو حضرت مفتی صاحب کے بعد آپؒ کو مجلس کا نائب امیر نامزد کیا گیا اور تادم واپسیں آپ اس منصب پر فائز رہے۔

اسی طرح ۱۴۰۹ھ میں حضرت اقدس مولانا محمد ادریسؒ کی وفات اور حضرت مولانا بدیع الزمانؒ کی بیماری کے بعد حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے بنوری ٹاؤن میں دورۂ حدیث کے اسباق میں سنن ابی داؤد پڑھانے کی درخواست کی تو آپؒ نے اسے قبول فرمایا اور ایک عرصہ تک ابوداؤد شریف آپ کے زیر درس رہی' لیکن شہادت سے چند سال پیشتر طحاوی شریف آپ کے زیر درس تھی جو شہادت تک زیر درس رہی۔ غرض آپ ایک عرصہ سے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مایہ ناز استاد اور مدرس تھے۔

ماہنامہ "بینات" ہفت روزہ "ختم نبوت" اور ماہنامہ "اقرأ" ڈائجسٹ کے علاوہ ملک کے مشہور علمی رسائل میں شائع شدہ سینکڑوں مضامین کے علاوہ بیسیوں کتابیں بھی آپؒ نے تالیف فرمائیں جن میں سے چند ایک کی فہرست درج ذیل ہے:

۱:..... اردو ترجمہ خاتم النبیین از علامہ انور شاہ کشمیریؒ

۲:..... اردو ترجمہ حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد

باقی صفحہ ۸ پر

قادیانیوں کے عزائم و مقاصد

مولانا منظور احمد الحسینی

قادیانی گروہ عالم اسلام کے لئے ایک ناسور اور مذہب کے لبادہ میں ایک سیاسی تنظیم ہے' ان کی خطرناک سیاسی سرگرمیاں ملت اسلامیہ کی وحدت و اخوت کو پارہ پارہ کرنے' مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کی قومی و ملی زندگی کو خطرات میں ڈالنے کا سبب بن رہی ہیں۔

برصغیر میں اسلامی حکومت کے خاتمے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو کچلنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے استعماری فوج کو پچاس گھوڑے مع سوار بطور مدد کے فراہم کئے تھے۔ مرزا غلام احمد اور اس کے خاندان کی پوری زندگی سامراج کی بچی اطاعت' ہمدردی اور برصغیر میں اس کے اقتدار کے استحکام میں مدد دینے میں گزری۔ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد نے مسلمانوں میں موجود جذبہ حریت کو فنا کرنے اور ان میں محکومی اور غلامی جیسی لعنت کو دل نشین کرانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مرنے کے بعد اس اس کے کاشت کردہ پودے قادیانیت کو استعماری طاقتوں نے اپنی حفاظت میں پروان چڑھایا اور اس کی خوب آبیاری کی اور اکثر ممالک میں یہ استعماری قوتوں کے ایجنٹ کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے' جیسا کہ ان کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں خطبہ جمعہ کے دوران مرزا محمود احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا:

''نہیں معلوم ہمیں کب دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے' ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔'' (الفضل ۲۷/فروری ۱۹۲۲ء)

اس سے پہلے ۱۴/ فروری ۱۹۲۲ء کو قادیانی روزنامہ الفضل میں خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد کی جو تقریر شائع ہوئی اس میں وہ کہتے ہیں:

''ہم احمدی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔''

۱۹۳۰ء میں انہوں نے کہا:

''جب تک تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے یہ راستے کے کانٹے (مسلمان) ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔'' (الفضل ۲۵/ اپریل)

''ملکی سیاست میں خلیفہ وقت سے بہتر اور کوئی راہنمائی نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے۔'' (الفضل ۲۵/ دسمبر ۱۹۳۲ء)

۱۹۳۳ء میں اپنے انسانیت سوز ارادوں کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا:

''مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے خدا سے خبر پا کر فرمایا تھا کہ ان کے اقتدار میں غیر احمدیوں کی حیثیت چوہڑے چماروں جیسی ہوگی۔'' (الفضل ۲۹/ جنوری)

۱۹۴۵ء میں انہوں نے اپنے سیاسی عزائم کا اظہار اس طرح کیا:

''جب تک جماعت احمدیہ نظام حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتی' اس وقت تک ضروری ہے کہ اس دیوار (استعماری حکومت) کو قائم رکھا جائے تاکہ یہ نظام کسی ایسی طاقت (مسلمان ہی مراد ہو سکتے ہیں) کے قبضے میں نہ چلا جائے' جو احمدیت کے مفادات کے لئے زیادہ مضر اور نقصان رساں ہو۔'' (الفضل ۳/ جنوری)

۱۹۴۵ء کے بعد حصول اقتدار کے یہ ارادے ان کی تحریروں میں عام طور سے پائے جانے لگے' جسٹس منیر نے ۱۹۵۳ء کے واقعات سے متعلق مسلمانوں سے مرزائیوں کے نزاع کی جو رپورٹ لکھی ہے اس کے صفحہ ۱۹۶ پر درج ہے کہ:

''۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے' وہ نہ تو ایک ہندو دنیاوی حکومت اپنے لئے پسند کرتے تھے' اور نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے۔''

جب پاکستان قائم ہوا اور مسلمان آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوئے تو مرزائی پاکستان بننے پر خوش نہ تھے اور نہ پاکستان بننے کے حق میں تھے۔ مرزا محمود

احمد نے پاکستان بننے سے تین ماہ قبل جو خطبہ دیا تھا اس میں کہا تھا کہ:

''ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور یہ کوشش کریں گے کہ یہ پھر کسی نہ کسی طرح متحد ہوجائے۔''

(الفضل ۱۷مئی ۱۹۴۷ء)

۱۵/ اپریل ۱۹۴۷ء کے روزنامہ الفضل میں قادیانی خلیفہ کی دوسری تقریر درج ہے جس میں کہا گیا تھا کہ:

''بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر رہیں۔''

آج بھی قادیانیوں کو پاکستان سے کوئی محبت نہیں' ہر قادیانی پاکستان کو عارضی تصور کرتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے مطابق قادیان' قادیانیوں کو ضرور ملے گا' وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو یہی بات ذہن نشین کراتے رہتے ہیں کہ:

''قادیان سے ہجرت کی حالت عارضی ہوگی۔ آخر ایک وقت آئے گا کہ قادیان جماعت احمدیہ کو واپس مل جائے گا۔''

(راہ ایمان ص ۹۸ بچوں کی دینی معلومات کا مجموعہ)

اسی طرح نام نہاد بہشتی مقبرہ چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں مرزا بشیر الدین محمود کا ارشاد ایک بڑے سائز کے کتبہ کی شکل میں لگایا گیا تھا کہ:

''جماعت کو نصیحت کی جاتی ہے' جب ان کو توفیق ملے' حضرت ام المومنین اور اہل بیت کی نعشوں کو مقبرہ بہشتی قادیان میں لے جا کر دفن کریں' چونکہ مقبرہ بہشتی کا قیام اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہوا ہے۔ اس میں حضرت ام المومنین' جملہ خاندان مسیح موعود کے دفن کرنے کی پیش گوئی ہے۔ اس لئے یہ بات فرض کے طور پر ہے۔ جماعت کو اسے کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔''

یہ کتبہ ایسا شر انگیز ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ سے شعائر اسلام کی توہین اور پاکستان دشمنی ٹپک رہی ہے۔ نیز ''ہمارا عہد'' کے عنوان سے ایک پوسٹر جسے مکتبہ تحریک انارکلی لاہور نے شائع کیا تھا' اس میں درج ہے کہ:

''میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے' میں اس کے اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا' اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا' اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت یہی ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا! مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللھم آمین۔''

یہ عہد ہر قادیانی سے لیا جاتا ہے۔ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی بڑی ''قربانی'' کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہر قادیانی مرد و زن' بچہ ہو یا بوڑھا' جوان ہو یا ادھیڑ عمر' پاکستان کو توڑنے کے لئے ہر وقت ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کر رہا ہے۔ مزید برآں وصیت فارم جو ربوہ کا مطبوعہ ہے' اس کی پہلی شق کا یہ حصہ ذرا غور طلب ہے کہ:

''میرے مرنے پر نعش کو بہشتی مقبرہ واقع قادیان میں دفن کرنے کے لئے قادیان پہنچایا جائے' بشرطیکہ انجمن کارپرداز مصالح قبرستان کی طرف سے ایسا کرنے کی مجھے یا میرے بعد میرے ورثا کو اجازت حاصل ہوجائے' اور نعش کو قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر میں فوت ہونے سے پہلے خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں جمع نہ کرا سکا تو میری جائیداد متروکہ میں سے وضع کئے جائیں' لیکن ایسے اخراجات کا اثر اس حصہ جائیداد پر نہ پڑے گا جو میں اس وصیت کی رو سے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو دیتا/دیتی ہوں۔''

مذکورہ بالا حوالہ جات سے قادیانیوں کی پاکستان دشمنی صاف ظاہر ہے۔ تقسیم ملک کے وقت ایک خاص سازش کے ذریعہ باؤنڈری کمیشن میں قادیانیوں نے اپنا مقدمہ مسلمانوں اور ہندوؤں سے علیحدہ پیش کرکے کوشش کی کہ قادیان میں پاپائے اعظم کی طرح ان کی علیحدہ ریاست قائم کی جائے' لیکن صاحب بہادر انگریز نے ان کی مذہبی ریاست تو تسلیم نہ کی' البتہ قادیانیوں کا تناسب آبادی مسلمانوں سے نکال کر اہل ہنود میں شمار کرا دیا' جس کے باعث گورداسپور کی مسلم اکثریت اقلیت میں تبدیل ہوگئی' اور گورداسپور کا ضلع جو جون ۱۹۴۷ء کے اعلان میں پاکستان کا حصہ تھا' وہاں کے مسلمان پاکستان کے جھنڈے لہرا رہے تھے اگست ۱۹۴۷ء میں ماسوا تحصیل

شکر گڑھ کے پورا ضلع ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔ یوں قادیانیوں کی اس سازش کی وجہ سے ضلع گورداسپور کے ذریعہ ہندوستان کو کشمیر کا راستہ مل گیا‘ جو آج تک پاکستان کے لئے گوناگوں مشکلات کا سبب بنا ہوا ہے اور کشمیر پر ہندوستان کا قبضہ پاکستان کی شہ رگ پر قبضہ کے مترادف ہے۔

آزادیٔ ملک کے تیسرے مہینے کشمیر کی جنگ میں قادیانیوں نے ''فرقان فورس'' کے نام سے ایک بٹالین کشمیر کی جنگ میں بھیجی‘ جس نے سراسر غداری کی‘ بٹالین ٹوٹنے کے بعد انہوں نے اپنا اسلحہ حکومت پاکستان کو نہیں دیا‘ بلکہ وہ ان کے پاس ہی رہا‘ حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ اس اسلحہ کا کھوج لگاتی‘ ایک گواہ‘ جس نے صمدانی ٹربیونل میں گواہی دی تھی‘ اس کا بیان یہ تھا کہ:

''وہ اسلحہ ربوہ کے قبرستان میں مدفون ہے۔'' (نوائے وقت ۱۲/ جولائی ۱۹۷۴ء)

۱۹۴۸ء میں قادیانیوں نے صوبہ بلوچستان کو قادیانی بنانے اور اس طرح سے اس پر قبضہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ قادیانی روزنامے الفضل کی ۱۳/ اگست ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں اس حوالے سے ایک بیان بھی شائع ہوا تھا‘ لیکن قادیانی اپنے اس منصوبے میں بری طرح ناکام ہوئے‘ پاکستان کے قیام سے قبل استعماری قوتوں کی جانشینی اور پاکستان کے قیام کے بعد بلوچستان پر قبضہ کی اسکیم میں فیل ہونے کے بعد قادیانیوں نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جو یہودی لابی نے امریکہ‘ برطانیہ اور دوسرے مغربی ممالک میں اختیار کر رکھا ہے کہ ملک کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس حوالے سے مرزا محمود احمد کا ایک بیان روزنامہ الفضل کی ۱۱/ جنوری ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں شائع بھی ہوا تھا۔ ساتھ ساتھ قادیانی پاکستان کو توڑنے اور اس پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے زیر زمین منصوبوں اور حربوں پر بھی کام کرتے رہے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد ہماری بدقسمتی سے سر ظفر اللہ کو ملک کا پہلا وزیر خارجہ بنا دیا گیا‘ جو بظاہر تو وزیر خارجہ تھا لیکن درحقیقت مرزائی پارٹی کا کٹر اور متعصب بین الاقوامی مبلغ اور نمائندہ تھا۔ اس نے وزیر خارجہ کا چارج لیتے ہی قادیانیت کے فروغ کے لئے اندھا دھند کام کیا اور اندرون و بیرون ملک قادیانیوں کو ہر طرح سے مستحکم کر دیا۔ یہ دور مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش کا دور تھا‘ مرزائی کھلے بندوں اپنی باطل و مرتدانہ تبلیغ کر رہے تھے‘ آخر کار تمام مسلمانوں نے جمع ہو کر قادیانیت کے خلاف بھرپور اور زبردست تحریک چلائی۔ اس دور کے قادیانیت سے متاثرہ ارباب اقتدار نے مسلمانوں کے خالص دینی مطالبات کا جواب گولی سے دیا اور ہزاروں بے گناہ مسلمان خاک و خون میں تڑپا دیئے گئے۔

یحییٰ خان کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا ایم ایم احمد قادیانی اقتصادیات اور منصوبہ بندی کے شعبہ میں صدر کا خصوصی مشیر تھا۔ اس نے بنگالی مسلمانوں میں مغربی پاکستان کے خلاف نفرت اور معاشی میدان میں ان میں احساس محرومی پیدا کر کے ان کو پاکستان سے علیحدہ ہونے پر مجبور کر دیا‘ جس کی وجہ سے سانحہ عظیم مشرقی پاکستان کا سقوط ظہور پذیر ہوا‘ اور اسلام کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو شرمندگی اٹھانا پڑی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی ظاہری ناکامی سے مرزائی سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ انہوں نے مختلف بیرونی ممالک کی پشت پناہی سے اپنے آپ کو مضبوط بنانا شروع کیا۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا ناصر نے انہیں باور کرایا کہ وہ غلبہ پانے والے ہیں‘ انہوں نے گھوڑ سوار‘ سائیکل سوار‘ سوسالہ جوبلی فنڈ اسکیمیں بڑے زور و شور سے شروع کیں‘ یہاں تک کہ ۱۹۷۳ء میں وہ ملت دشمنی میں آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''تم (مسلمان) لومڑی کا لبادہ اوڑھ کر اور گیدڑ کا لباس پہن کر نکلتے ہو اور چیخنے چنگھاڑتے ہو اور سمجھتے ہو کہ ہم تم سے مرعوب ہو جائیں گے۔ ہمیں (قادیانیوں کو) تو خدا تعالیٰ نے شیر کی جرأت سے بڑھ کر جرأت عطا فرمائی ہے۔''

(آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ ص۱۲)

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسلمانان پاکستان کو یہ دھمکی بھی دی کہ:

''اس قسم کے فتنہ و فساد کے نتیجہ میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔''

مرزا ناصر کے اس ملت سوز‘ وطن دشمن اور اشتعال انگیز بیان سے علماء اسلام اور مسلمانان پاکستان میں غصے کی لہر دوڑ گئی مگر انہوں نے صبر سے کام لیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کے قہر نے قادیانیوں کو آدبوچا۔ جس سال یعنی ۱۹۷۴ء کو وہ اپنے لئے غلبے کا سال سمجھ رہے تھے‘ وہی ان کے لئے ذلت و عذاب خداوندی کا سال ثابت ہوا۔

۲۹/ مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر (ربوہ) کے ریلوے اسٹیشن پر قادیانی غنڈوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمان طلبہ کو بری طرح زدوکوب کیا‘ قادیانیوں کا چار ہزار کا لشکر جرار مرزا

طاہر کی سربراہی میں چند نہتے طلبہ پر خونخوار بھیڑیوں کی طرح حملہ آور تھا' طلبہ کو مار کر قادیانیت کا حق ادا کیا جارہا تھا' ہر طرف سے پکڑو اور مارو کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں' اس اندوہناک سانحہ کے خلاف مسلمانان پاکستان نے متحد ہو کر ایک زوردار تحریک چلائی جو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور اس تحریک کے نتیجہ میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ ۱۹۷۴ء کی اس تحریک کی کامیابی کی اصل وجہ اور بنیاد شہدائے ختم نبوت کا وہ خون تھا جو ۱۹۵۳ء میں بہایا گیا تھا۔

۱۹۷۴ء کے فیصلے کے بعد مسلمانوں کو یہ توقع تھی کہ قادیانی اپنے بااخلاق اور باضمیر ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کی مذہبی و معاشرتی وحدت میں خلل ڈالے بغیر خود ہی اس فیصلہ کو قبول کرلیں گے یا حکومت قانون سازی کر کے ان کو اس کو ماننے کا پابند کرے گی' لیکن: "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔

قادیانی اپنے خبث باطنی کی وجہ سے باز نہ آئے بلکہ کھلی بغاوت اور غداری پر اتر آئے' انہوں نے علی الاعلان اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات کو پہلے سے کہیں بڑھ کر استعمال کرنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ انہوں نے اپنے اخبارات و رسائل اور لٹریچر میں پوری دنیا کے مسلمانوں کو سرکاری مسلمان اور اپنے آپ کو "حقیقی اور پکا و سچا مسلمان" بڑے شدومد سے لکھنا شروع کر دیا۔

سب سے پہلے استعمار کی شطرنج کے خاص مہرے سر ظفر اللہ خان قادیانی نے نمائندہ نوائے وقت کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ:

"اس فیصلہ کے قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ دھمکی دی کہ یہ فیصلہ پاکستان کی مضبوطی کا موجب نہیں اور یہ پاکستان کے لئے بہت سی مشکلات پیدا کرنے والا ثابت ہوگا۔"

(نوائے وقت لاہور ۱۸/ستمبر ۱۹۷۴ء ص ۲ کالم ۵)

جب پاکستان سے کھلی غداری کا ثبوت دیتے ہوئے قادیانیوں نے مرزا ناصر کے ایما پر بھارت سے اس معاملہ میں مداخلت کی اپیل کی تو بھارت کے سابق وزیر خارجہ مسٹر سورن سنگھ نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ:

"ان (سورن سنگھ) سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بنگالیوں کی طرح پاکستان کے قادیانیوں کا مسئلہ بھی اقوام متحدہ میں اٹھانا پسند کریں گے؟ تو انہوں نے (سورن سنگھ نے) کہا کہ بھارت کے احمدیوں کی طرف سے ہمیں ایسا کرنے کے لئے تار بھی بھیجے جارہے ہیں' مگر ہم مداخلت نہیں کریں گے' بنگالیوں کا معاملہ دوسرا تھا اور یحییٰ خان نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ ہمیں مداخلت کرنا پڑی۔"

(نوائے وقت لاہور ۹/ستمبر ۷۴ء ص ۲ کالم ۴)

تمام دنیا جانتی ہے کہ بھارت کی مداخلت مشرقی پاکستان میں صرف اقوام متحدہ کی حد تک محدود نہ تھی بلکہ کھلی فوجی مداخلت کی گئی تھی۔ قادیانیوں کے حوالے سے یہاں بھی اسی قسم کی فوجی مداخلت مراد تھی کہ بھارت پاکستان پر حملہ کر دے تو پاکستان کے قادیانی مکمل طور پر اس کا ساتھ دیں گے۔ اس سے بڑھ کر پاکستان سے غداری کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے؟ انہی دنوں چوہدری سر ظفر اللہ خان نے لندن میں ایک پریس کانفرنس کی تھی (جب کہ وہ پاکستان کے کسی شہر میں بھی کر سکتے تھے) جس میں انہوں نے بالواسطہ طور پر مختلف ممالک کو پاکستان میں مداخلت کی دعوت دی گئی تھی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا بیان بعنوان: "افکار و حوادث"۔ (روزنامہ مشرق ۳/جولائی ۷۴ء ص ۳)

سر ظفر اللہ خان کے اس بیان کے بعد مرزا ناصر' مرزا طاہر احمد اور دیگر قادیانیوں نے اس قسم کے اور اس سے ملتے جلتے بیان دینے شروع کر دیئے' جن سے روزنامہ الفضل اور دیگر قادیانی جرائد پُر ہیں۔ ہم مشتے نمونہ از خروارے' قریبی دور کے چند حوالے پیش کرتے ہیں۔

احمدیہ اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن لاہور کی سالانہ تقریب کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر نے کہا کہ:

"ہم دنیا کے لیڈر بنائے گئے ہیں' دنیا ہمارے پیچھے چل کر زینتیں اختیار کرے گی' جو طرز عمل ہم اختیار کریں گے دنیا اسی کی پیروی کرے گی۔ صاحبزادہ (مرزا طاہر احمد) صاحب نے کہا کہ اس احساس کو زندہ رکھیں اور اسی کے مطابق اپنے پروگرام بنائیں کہ اللہ نے آپ کو لیڈر بنایا ہے' اور آپ نے دنیا کو بدلنا ہے۔" (الفضل ۷/فروری ۸۲ء ص ۸ کالم ۲)

قادیانیت...... حقیقی اسلام:

"اپنے بچوں کی کماحقہ نگہداشت کرو اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی روایات اور اقدار کے عین مطابق ان کی تربیت کا فریضہ بجا لاؤ۔"

(الفضل ۷/فروری ۸۲ء ص ۳)

سچے مسلمان:

"ہم مسلمان ہیں اور ہمارا یہ دعویٰ کرنا ہمارا پیدائشی حق ہے' اور مسلمان کی تعریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ "جس کے قول وفعل سے مسلمان محفوظ رہیں۔" اس لئے ہم نے کسی کو دکھ نہیں پہنچایا' چونکہ ہم سچے مسلمان ہیں' اس لئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اپنے عمل سے صحیح ثابت کریں گے۔"

(الفضل ۲۳/اکتوبر ۱۹۸۲ء ص۵)

"پس چونکہ ہم اسلام کے دعویدار ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہمارا یہ دعویٰ ہم سے نہیں چھین سکتی کہ ہم مسلمان ہیں خدا کے فضل سے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسلمان قرار دیتا ہے' یہ ہمارا پیدائشی حق ہے۔ اس کی خاطر ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں' تو چونکہ ہم سچے مسلمان ہیں اور اس دعویٰ میں سچے ہیں' اس لئے ہمارا لازمی فرض ہے کہ اپنے اعمال کے ذریعے اس کو ثابت کریں۔"

(مرزا طاہر کی تقریر الفضل ۷/نومبر ۱۹۸۲ء ص۷)

غلبہ اسلام' قادیانی جماعت کا مقدر:

"جہاں تک حقیقت حال کا تعلق ہے' یہ بات تو بہرحال مسلم ہے۔ آج دنیا کے پردہ پر صرف ایک ہی جماعت ہے' جس کا دعویٰ ہے کہ آسمانی نوشتوں میں جس جماعت کے لئے غلبہ اسلام مقدر تھا وہ یہی جماعت ہے' اور وہ ساعت سعد آ چکی ہے جو اسلام کے غلبہ نو کی ساعت ہے۔ اس مہم کا آغاز ہو چکا ہے' جس نے عالمی انقلاب برپا کرنا تھا۔" (ماہنامہ "انصار اللہ" اکتوبر ۸۳ء)

"آج خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دنیا سے منوانے کا فریضہ ہم احمدیوں کو سونپا گیا ہے۔"

(الفضل ۲۳/جولائی ۱۹۸۳ء ص۲)

لاہور کے ایک ہوٹل میں اپنے اعزاز میں دیئے گئے ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر نے کہا کہ:

"کسی حکومت کو کیا حق ہے کہ وہ ہمیں غیر مسلم قرار دے۔"

(قادیانی ہفت روزہ "لاہور" ۱۷/جنوری ۱۹۸۳ء)

صحابہ کرامؓ کی توہین:

"حضرت مولوی محمد دین صاحب کی عمر ایک سو سال سے تجاوز کر چکی ہے' وہ حضرت مسیح علیہ السلام (مرزا غلام احمد) کے قدیمی اور نہایت مخلص صحابہ میں سے ہیں۔" (الفضل ۷/نومبر ۱۹۸۲ء ص۷)

شیخ محمد احمد مظہر قادیانی ایڈووکیٹ امیر قادیانی جماعت ضلع فیصل آباد کی بیوی نور جہاں کا ۱۳/اگست ۱۹۸۲ء کو انتقال ہوا تو "ناصرات الاحمدیہ" فیصل آباد نے اپنے ایک تعزیتی بیان میں کہا کہ:

"مرحومہ ایک برگزیدہ ہستی اور قابل رشک خاتون تھیں' کیونکہ آپ کو یہ دوہرا فخر حاصل ہے کہ آپ حضرت حامد حسین خان صاحب' صحابی حضرت اقدس (مرزا غلام احمد) کی لخت جگر تھیں اور پھر ایک صحابی ہی کے بیٹے یعنی حضرت شیخ محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ کی رفیقہ حیات بنیں۔"

(الفضل ۲/ستمبر ۸۲ء کالم ۳ ص۶)

وحی اور صحابہؓ کی توہین:

"اصحاب احمدیہ بھی بہت احتیاط کرتے' یہی حال ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نظر آتا ہے۔ اس وقت بھی صحابہ بہت احتیاط کرتے تھے اور ہم نے یہ دیکھا کہ جتنا بڑے مرتبے کا صحابی ہوتا اتنا ہی وہ محتاط ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایماء پر جب عام شہادت کی ضرورت پیش آئی اور آپ نے جماعت کو تحریک فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ "ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء" (تحفہ بغداد ص۲۰) یعنی میں ایسے بندے مقرر کروں گا تیری مدد کے لئے جن پر میں وحی کر رہا ہوں گا' تو لاؤ وہ وحیاں کہاں چھپا کے رکھی ہوئی ہیں' تو صحابہ نے بکثرت پیش کیں اور ان میں سے شہادت کلام کے موقع پر بیان بھی ہوئیں' تو خدا تعالیٰ نے ان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بکثرت صاحب وحی' صاحب کشف و الہام پیدا کئے جو اپنی بات آپس میں کرنے کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش فرمایا کرتے تھے۔"

(الفضل ۱۰/اکتوبر ۱۹۸۲ء ص۳)

مقصد بعثت مرزا' اصلاح مسلم ونوع انسانی:

"آپ مرزا (غلام احمد) صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی مبعوث نہیں ہوئے' بلکہ پوری نوع انسانی کی

اصلاح کر کے اسے دین واحد یعنی اسلام پر متحد کرنا آپ کی بعثت کا اصل مقصد ہے۔ اور ہم آپ کے پیرو ہونے کی حیثیت میں اس کے لئے مقدور بھر کوشش کر رہے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ آپ اسلام کو کس طرح دنیا میں غالب کریں گے؟ اور اس بارہ میں آپ کی جماعت کا پروگرام کیا ہے؟ حضور (مرزا طاہر) نے فرمایا: ہم اس بارہ میں دو طریقے سے آگے بڑھ رہے ہیں' ایک طرف ہم مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی حالت بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کو محبت' پیار اور خدمت کے ذریعہ اسلام میں داخل کر رہے ہیں۔"

(مرزا طاہر کی تقریر الفضل ۱۱/اکتوبر ۱۹۸۲ء ص ۵)

اسلام اصلی شکل میں پھیلانے کا دعویٰ:

"حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (مرزا غلام احمد) نے اسلام کے متعلق پائی جانے والی تمام غلط فہمیوں کو دور کر کے اسے اس کی اصل شکل میں از سر نو پیش کیا ہے اور جماعت احمدیہ کے ذریعے اسے ساری دنیا میں پھیلانے کا انتظام کیا ہے' چنانچہ اس وقت سے اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کی مہم جاری ہے۔" (الفضل ۲ جولا ۱۱)

قادیانیت کے پھیلنے سے دنیا بچ جائے گی:

"جتنی جلدی آپ لوگوں کو احمدیت کی طرف لے کے آئیں گے اتنی جلدی دنیا کو بچانے کے امکانات پیدا ہو جائیں گے ورنہ تو حالات بڑے خراب ہیں۔ پاکستان بھی اسی دنیا کا ایک حصہ ہے' پس مذہبی ذمہ داریوں کے علاوہ حب الوطنی کا بھی تقاضا ہے کہ ہم جلد از جلد بنی نوع انسان کی ہدایت کا سامان کریں۔"

(الفضل ۲۲/اکتوبر ۸۲ء ص ۴)

قادیانیت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا:

"حضور (مرزا طاہر) نے نہایت جلالی شان' بارعب آواز میں کہا: دیکھئے دیکھئے! اللہ تعالیٰ کی تائید سے یہی نہیں کہ دنیا کی بستیاں آباد ہو جائیں گی' یہاں اس کے برخلاف جو کچھ ہے' وہ لوگوں کی خواہیں جو کبھی پوری نہیں ہوں گی۔"

(الفضل ۱۰/نومبر ۸۲ء ص ۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین:

"حضرت بابا گرو نانک رحمۃ اللہ علیہ جیسی بزرگ شخصیت کی صورت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد نور کا ہالہ اس قدر تیز ہے کہ آنکھوں چندھیا جاتی ہیں' باوجود کوشش کے شبیہہ مبارک پر نظر نہیں ٹکتی۔" (الفضل ۹/نومبر ۱۹۸۲ء ص ۳)

پاکستان میں قادیانی ازم:

"ایک وقت آئے گا کہ اس ملک میں مسیح موعود (مرزا غلام احمد) علیہ السلام کے ذریعے وہی جھنڈا گاڑا جائے گا' جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہے۔"

(الفضل ۱۰/نومبر ۸۲ء ص ۸)

"ہر جگہ' ہر بستی' ہر قریہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کا جھنڈا گاڑا جائے گا' یعنی وہ جھنڈا جو در حقیقت حضرت محمد مصطفیٰ کا جھنڈا' تمام دشمنان اسلام کی ہر خواب نامراد ہو جائے گی۔"

(الفضل ۷/جون ۸۳ء)

"آج خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منوانے کا فریضہ ہم احمدیوں کو سونپا گیا ہے۔" (الفضل ۲۳/جولائی ۸۳ء ص ۲)

ان تمام زہریلی تحریروں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانی نہ صرف ملت اسلامیہ کے دشمن ہیں بلکہ مملکت خداداد پاکستان کے بھی غدار ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ ان سے رواداری نہ برتے' ان سے نرمی و رواداری برتنا ملک و ملت کے نقصان پر منتج ہوگا۔

☆☆..........☆☆

حضرت حسینؓ نے اپنے والد حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت کس کیفیت کا تھا؟ حضرت علیؓ نے جواب میں کہا کہ آپ کا سکوت چار امر پر مشتمل ہوتا تھا: (۱) حلم اور (۲) بیدار مغزی اور (۳) اندازی رعایت اور (۴) فکر' سو اندازی رعایت تو یہ کہ حاضرین کی طرف نظر کرنے میں اور ان کی عرض معروض سننے میں برابری فرماتے تھے' اور فکر باقی اور فانی میں فرماتے تھے' یعنی دنیا کی فنا اور عقبیٰ کی بقا کو سوچا کرتے' اور آپ کا حلم صبر یعنی ضبط کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا' سو آپ کو کوئی چیز ایسی غضبناک نہ کرتی تھی کہ آپ کو آپے سے باہر کر دے' اور آپ کی بیدار مغزی چار امور کی جامع ہوتی تھی: ایک نیک بات کو اختیار کرنا تا کہ اور لوگ آپ کا اقتدا کریں' دوسرے بری بات کو ترک کرنا تا کہ اور لوگ بھی باز رہیں' تیسرے رائے کو ان امور میں صرف کرنا جو آپ کی امت کے لئے مصلحت ہو' چوتھے امت کے لئے ان امور کا اہتمام کرنا جن میں ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے کاموں کی درستی ہو۔

مرزا غلام احمد کی ایک پیش گوئی

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر

مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

"بدخیال لوگوں کو واضح رہے کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔" (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸)

۷/جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا' جس کے دو نام ہوں گے:

"(۱) بشیر الدولہ' (۲) عالم کباب۔"

یہ ہر دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے۔ غرض وہ لڑکا اس لحاظ سے کہ ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لئے ایک نشان ہوگا' بشیر الدولہ کہلائے گا۔

"اور اس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لئے قیامت کا نمونہ ہوگا' عالم کباب کے نام سے موسوم ہوگا۔" (تذکرہ ص ۶۱۵ طبع دوم)

۸/جون ۱۹۰۶ء اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے دو نام اور ہیں ایک شادی خاں کیونکہ وہ اس جماعت (قادیانیہ) کے لئے شادی کا موجب ہوگا' دوسرے کلمۃ اللہ خاں' کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا۔ جو ابتدا سے مقرر تھا اس زمانہ میں پورا ہو جائے گا۔

"اور ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے' جب تک یہ پیشگوئی پوری ہو اور گزشتہ الہام اے وارڈ اینڈ ٹو گرلز اس پیشگوئی کو بیان کرتا ہے' جس کے معنی ایک کلمہ اور دو لڑکیاں کیونکہ میاں منظور محمد کی دو لڑکیاں ہیں اور جب کلمۃ اللہ پیدا ہوگا تب یہ بات پوری ہو جائے گی ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔"

(تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا طبع ۳ ص ۶۱۶)

۱۹/جون ۱۹۰۶ء میاں منظور محمد صاحب کے پاس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہوگا' بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے:

"(۱) کلمۃ العزیز' (۲) کلمۃ اللہ خاں' (۳) وارڈ' (۴) بشیر الدولہ' (۵) شادی خاں' (۶) عالم کباب' (۷) ناصر الدین' (۸) فاتح الدین' (۹) ہذا یوم مبارک۔"

مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے مرید میاں منظور کے گھر میں پیدا ہونے والے لڑکے کے ۹ نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے اور یہ بھی بتایا گیا' اس لڑکے کی والدہ محمدی زندہ رہے گی' جس سے منظور محمد کی دو لڑکیاں تھیں۔

"قدرت خداوندی ملاحظہ فرماویں کہ یہ نو نام والا لڑکا جننے والی محمدی بیگم وفات پاگئی' اس پر مرزائی امت پریشان ہے۔" (ملاحظہ فرماویں البشریٰ جلد دوم ص ۱۱۶)

مرزا صاحب نے کہا تھا کہ ہماری پیشگوئی پوری ہوئی تو ہم سچے اور اگر جھوٹی ہوئی تو ہم جھوٹے۔

اب مرزا جی کا اپنا فتویٰ ہی ملاحظہ فرماویں:

"کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔" (آئینہ کمالات ص ۳۲۵ ضمیمہ طبع ربوہ نمبر ۳ طبع لاہور)

نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس کا اعتبار نہیں رہتا۔"

(چشمہ معرفت ص ۲۲۲)

قارئین کرام! مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مرید کو خوش کر دیا کہ لڑکا ایک ہوگا نام اس کے ۹ ہوں گے۔ دشمنوں کے لئے وبال اور عذاب ہوگا اور اپنی جماعت کے لئے اقبال اور فتح مندی اور شادی کا باعث ہوگا' مگر افسوس کہ وہ ماں ہی مرگئی حالانکہ مرزا کے ملہم نے کہا تھا: "وہ زندہ رہے گا۔"

جب وہ زندہ نہ رہی تو لڑکا کہاں سے پیدا ہوتا؟ معلوم ہوا مرزا قادیانی جھوٹا تھا خدا نے اسے جھوٹا کیا۔

☆☆......☆☆

مدارس دینیہ کی خدمات

مولانا قاری کامران احمد

مدارس دینیہ دنیا کی سب سے بڑی این جی اوز اور فلاحی ادارے ہیں' جن میں لاکھوں بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ دوران تعلیم طلباً کی رہائش' خوراک' کپڑے' کتب اور ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان مدارس دینیہ کا تعلیمی بورڈ ہے۔ اس بورڈ کے تحت ان مدارس دینیہ میں امتحانات کا انعقاد ہوتا ہے۔ سال رواں میں اس بورڈ کے تحت قرآن مجید کے حفظ کی تکمیل کرنے والے طلباً کی تعداد ۳۲ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہ وہ طلباً ہیں جنہوں نے وفاق سے الحاق شدہ دینی مدارس میں تعلیم حاصل کی' جبکہ اگر غیر ملحقہ مدارس کو بھی شمار کیا جائے تو یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ سکتی ہے۔

مدارس دینیہ میں پڑھنے والے طلباً کو ذہنی طور پر اس بات کے لئے تیار کیا جاتا ہے کہ وہ جو دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں' یہ روزی کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ اس دینی تعلیم سے مقصود اللہ کو راضی کرنا ہے' ان مدارس میں طلباً میں صبر' قناعت' وفاشعاری' محنت اور دیگر اوصاف پیدا کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ مدارس دینیہ میں تفسیر قرآن اور حدیث کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگلش' ریاضی اور معاشرتی علوم وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس طرح مدارس دینیہ ملک میں شرح خواندگی میں قابل قدر اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔ اگر ملک میں عیسائی مشنری اسکول کے نام سے اور اسی طرح مختلف ممالک کے اسکول اپنے نظریات اور تہذیب و ثقافت کے مطابق تعلیم دے سکتے ہیں تو مدارس دینیہ کو کیوں یہ حق حاصل نہیں؟ کہ وہ اسلامی نظریات وعقائد کے مطابق تعلیم دے سکیں۔

مدارس دینیہ جو رجسٹرڈ ہیں ان کی رجسٹریشن حکومتی اداروں نے کی ہے اور ان کا سالانہ باقاعدہ آڈٹ کرایا جاتا ہے۔ لوگوں کو ان اداروں پر اعتماد ہوتا ہے' جب ہی تو لوگ ان اداروں کے ساتھ مالی تعاون کرتے ہیں' اس لئے کہ انہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ان کا تعاون ایک جائز جگہ پر خرچ ہو رہا ہے۔

ہمارے ملک کی شرح خواندگی ویسے بھی دوسرے ممالک کے مقابلے میں بہت کم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے' اگر بالفرض یہ مدارس دینیہ اس وقت بند کر دیئے جائیں تو اس سے اس شرح خواندگی میں خطرناک حد تک کمی واقع ہوگی جو ہمارے ملک کے لئے زہر قاتل ہوگی۔ ہمارے ہاں عام تعلیمی اداروں کی حالت زار اظہر من الشمس ہے۔ ۵۴ سال سے یہ عام تعلیمی ادارے کلرک' رشوت خور' بددیانت اور خائن افسران پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں' چونکہ اس وقت عام نظام تعلیم کے تحت تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے خاطر خواہ ملازمتیں نہیں ہیں' اس لئے بہت سے افراد مایوسی کی وجہ سے خودکشی کا شکار ہو رہے ہیں جبکہ اس کے برعکس پاکستان کی ۵۴ سالہ تاریخ اور برصغیر پاک و ہند کی تقریباً ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مدارس دینیہ کے کسی طالب علم نے روزگار نہ ملنے کی وجہ سے مایوس ہو کر خودکشی کی ہو۔ ارباب اقتدار کو چاہئے کہ وہ ماڈل دینی مدارس بنانے سے پہلے ملک کو وہ نظام تعلیم دیں جس کا ملک کو گزشتہ ۵۴ سال سے انتظار ہے تاکہ نسل نو اپنی راہ متعین کر سکے اور تعلیمی اداروں سے ملک کے وفادار' مہذب اور معاشرے کے لئے بہترین افراد پیدا ہو سکیں جن پر قوم فخر کر سکے کیونکہ قوم کی خون پسینے کی کمائی ان افراد پر ان عام تعلیمی اداروں میں تعلیمی گرانٹ کے نام سے خرچ کی جاتی ہے جو کہ فی الوقت ضائع ہو رہی ہے۔ موجودہ حالات میں موجودہ عام نظام تعلیم کے تحت قائم درسگاہوں میں معلم کا کلاس روم تک جانا اور بخیریت واپس آجانا کسی معجزہ سے کم نہیں' یونیورسٹی اور کالج کے اندر داخل ہوتے وقت ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ آدمی ایک تعلیمی درسگاہ میں داخل ہو رہا ہے یا ایک ایسی جگہ جہاں اساتذہ سے طلباً کو اور طلباً سے اساتذہ کو وحشت اور خوف محسوس ہوتا ہے' طلباً لائن میں لگ کر ہزاروں روپے امتحانی فیس جمع کرواتے ہیں اور پھر امتحانی کمروں میں جو کچھ ہوتا ہے' وہ ساری قوم کے سامنے ہے جبکہ مدارس دینیہ میں نقل کا تصور تک محال ہے۔

اس کے برعکس مدارس دینیہ حکومت سے کوئی گرانٹ (امداد) وصول نہیں کرتے بلکہ نہایت کفایت شعاری کے ساتھ طلباً کو تمام خرچ دیتے ہیں اور اس کفایت شعاری پر عمل کر کے مدارس دینیہ کا طالب علم' معاشرے' محلے اور ملک کے لئے ایک نامور' قابل تقلید اور رہنما انسان بنتا ہے نہ کہ موجودہ عام نظام تعلیم کا تربیت یافتہ ایک مایوس انسان' اور پھر دینی مدارس کا یہ فیض یافتہ انسان اپنے اصل رازق سے حصول رزق کے لئے رجوع کرتا ہے اور ہاتھ میں ڈگری اٹھا کر حکومتی اداروں کے چکر لگا کر اپنی عزت نفس اور اپنے رازق کے عطائے رزق کے وعدہ پر یقین کو مجروح نہیں کرتا۔

اس تمام تر صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض ناعاقبت اندیش مدارس دینیہ کو بھی اسی حالت پر لانا چاہتے ہیں جس پر ہمارے ملک کے موجودہ عام تعلیمی ادارے ہیں' اندازہ لگائیں کہ جب ماڈل مدرسہ اور مسجد میں انٹرنیٹ' باسکٹ بال' ٹیبل ٹینس اور تمام خارجی سہولیات میسر ہوں گی تو وہاں علمی اور روحانی تربیت کا فقدان ہوگا اور وہاں بھی وہی کچھ ہوگا جو آج ملک کے عام تعلیمی اداروں میں ہو رہا ہے۔ خدارا دینی مدارس کو ان کے حال پر چھوڑ دیں' ایسا نہ ہو کہ ہم مغرب کو خوش کرنے کی کوشش میں اتنے آگے چلے جائیں کہ ہمارے پاس واپسی کا راستہ بھی نہ ہے۔

قاری عطا محمد نقشبندی مجددی

ناموسِ رسالت کا تحفظ

پاکستان کا وجود تقریباً نصف صدی قبل اسلام کے نام پر سو فیصد مسلم آبادی کی نسبت سے عمل میں آیا تھا۔ اس ملک کے باسی جس حال میں بھی رہے خوش رہے کہ ان کو یہاں مذہبی آزادی میسر تھی۔ مذہب اسلام پر کاربند یہ پاکستانی مسلمان اپنے اسلامی طرز عمل پر نہ صرف قانع تھے بلکہ اپنی قسمت پر نازاں تھے کہ مذہب کے لحاظ سے وہ مسلمان ہیں اور ملکی اعتبار سے ایک اسلامی ریاست کے شہری ہیں' شرک سے پاک' ایک خدائے واحد لاشریک کی عبادت کرنے والے ہیں' ایک ایسے رسول ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جن کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی اور ہادی نہیں آئے گا' ایک ایسے مذہب اسلام کے فرمانبردار ہیں جو جامع بھی ہے اور جس کی تعلیمات میں تمام مسائل کا حل بھی موجود ہے۔ اس عقیدے کو ہر پاکستانی مسلمان اپنا سرمایہ حیات بنا کر ہر حال میں پرسکون تھا۔

وقت گزرتا رہا' ملکی حالات کروٹیں بدلتے رہے' ساتھ ساتھ حکمران بھی بدلتے رہے' جمہوری حکمران بھی آئے' فوجی حکمران بھی آئے مگر ایک پاکستانی مسلمان کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑا' اس لئے کہ اس کے سرمایہ حیات کو کسی نے نہ چھیڑا' وہ اپنے مذہب میں مگن رہتے ہوئے اپنے دستور اسلامی (قرآن کریم) کی تعلیم کے لئے بڑی آزادی سے مدارس دینیہ سے مستفید ہوتا رہا' اساتذۂ عظام اور علمائے کرام سے قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداؤں کے ذریعہ اپنے مذہب کی تعلیم لیتا رہا' چٹائیوں پر' فرش پر' اگر چھت میسر نہیں تو درخت کے سائے میں بیٹھ کر اس نے اپنے مذہب اسلام کو سیکھا اور سکھایا' اس کے پاس اگر مکان نہیں تھا تو جھونپڑی ہی سہی' اگر وہ بھی میسر نہیں تو فرش خداوندی تو تھا' وہ اپنے آپ کو اس حال میں بھی سب سے زیادہ دولت مند اور سعادت مند تصور کرتا تھا' اس لئے کہ اسلام کی دولت اس کے پاس تھی۔

اسے کسی حکومت وقت سے سروکار نہ تھا' کیونکہ بحیثیت مسلمان اس کے نزدیک حاکمیت کا تصور صرف اس ذات باری کے بارے میں ہے جو حکیم بھی ہے' حاکم بھی اور احکم الحاکمین بھی۔ اسے معاشرتی زندگی میں کسی نئے دستور' آئین و قانون کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ مکمل دستور حیات (قرآن کریم) اس کے ہاتھوں اور اس کے سینے میں تھا' اگر اس دستور کی کسی شق (یعنی کسی آیت قرآنی کا مفہوم) سمجھنے میں اسے دشواری پیش آتی تو اس دستور کے پیش کرنے والے معلم و ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے اسے رہبری مل جاتی۔ اس کی کل پونجی اور سرمایہ حیات بلکہ اس کی کل کائنات اس کا عقیدۂ توحید' عقیدۂ ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت محفوظ تھا جو کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اس کے لئے ذریعہ نجات و شفاعت بننے والا تھا۔ دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی اس قوت ایمانی اور جذبۂ اسلامی کو بھانپ کر ان کے گھر میں نقب لگایا اور ان کے گھر سے انہی کے ہتھیار لے کر انہی پر برسانا شروع کر دیئے گویا کہ: اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسلام کے نام سے ایک نئی اصطلاح سامنے آنے لگی جس کا نام جدید اسلام ٹھہرا' یعنی اسلام کی بھی دو قسمیں بنادی گئیں' ایک قدیم اور ایک جدید' شاید جدید کے وجود سے قدیم کی نفی بھی مقصود تھی' تقسیم کا یہ شوق اس قدر بڑھا کہ جہاد کی بھی دو قسمیں بنادی گئیں حالانکہ جہاد کی ایک تیسری بڑی قسم بھی تھی یعنی: "کلمۃ الحق عند سلطان الجائر" جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا بھی افضل جہاد تھا لیکن چونکہ اس تیسری قسم کی بھی نفی مقصود تھی اس لئے اس کا ذکر ہی حذف کر دیا گیا' خیر یہ تو درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر بات آگئی۔

بات ہو رہی تھی جدید اسلام اور قدیم اسلام کی۔ مسلمان یہ سوچ رہا ہے کہ قدیم اسلام تو معروف ہے لیکن یہ جدید اسلام کیا چیز ہے؟ اس کا ڈیزائن کیا ہوگا؟ قدیم اسلام کا ڈیزائن تو معلم انسانیت' محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور مالک ارض و سما' خالق انس و جن کی منظوری سے یہ اسلام بمعہ اس ڈیزائن کے نشر ہو گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ: "الیوم اکملت لکم دینکم" یعنی آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا' اب قیامت تک اس میں ایک نقطہ کم یا زیادہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ چودہ سو سال سے یہ قدیم اسلام ہر دور کے تقاضوں کے لحاظ سے پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کرتا چلا آرہا ہے' اسلام نے اپنے ماننے والوں کو کبھی مایوس نہیں کیا' کسی مسلمان نے بحیثیت مسلمان کبھی بھی اپنے دین میں تنگی یا کمی محسوس نہیں کی۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات' ضابطہ اخلاق اور قوانین و احکامات کا مجموعہ ہے۔ ہر وہ چیز اسلام میں پائی جاتی ہے جس کا انسان محتاج ہے' زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی' اور یہ آخرت میں بھی بہترین رفیق ہے۔ ایسے کامل مکمل اسلام کی موجودگی میں کسی جدید اسلام کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اس سوال کا جواب کافی دنوں سے اشاروں' کنایوں میں تو مل رہا تھا مثلاً یہ کہ: "اسلامی طرز حکومت میں ملائیت کی کوئی گنجائش نہیں" جدید اسلام کی

اصطلاحات جیسے ماڈرن اسلامی معاشرہ تشکیل دیا جائے گا' مذہبی عناصر جیسے القاب' حقوق نسواں کے ذیل میں حجاب پر تنقید' عورت کا غیر مرد سے مصافحہ کا جواز' حقوق کا لیبل لگا کر ناجائز کو جائز بنانے کا حربہ' یہ تمام اشارے انجام کار کو سمجھنے کے لئے کافی تھے تاہم شک کی گنجائش موجود تھی۔

منصوبہ سازوں نے ۱۴/فروری ۲۰۰۲ء کو امریکی ایوان نمائندگان میں ایک قرارداد پیش کرکے سارا ابہام دور کردیا اور ایک ہی سانس میں بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ تمام مذکورہ اشاروں اور سوالوں کا جواب دے ڈالا اور جو اصطلاحات مختلف اوقات میں استعمال ہوتی رہیں ان سب کو یکجا کرکے ایک جامع پروگرام دے دیا' اس کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اس قرارداد کے بارے میں اخبارات میں شائع ہونے والی خبر کچھ اس طرح تھی کہ ۱۴/فروری ۲۰۰۲ء کو جب ہمارے محترم صدر جنرل پرویز مشرف امریکہ کے دورے پر تھے تو امریکی ایوان نمائندگان میں ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں کہا گیا کہ جنرل پرویز مشرف تحمل پسند بردباری اور جدید اسلام سے متعلق اپنے تصورات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے توہین رسالت کے قانون کو واپس لیں' اس قرارداد میں اس پر بھی زور دیا گیا کہ مارشل لاء آرڈی نینس ۱۹۸۴ء سمیت ان قوانین کو بھی ختم کیا جائے جن کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔

اس قرارداد میں امریکی صدر اور وزیر خارجہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالیں کہ وہ آزادی رائے پر قدغن ختم کرکے ہر ایک کو اپنے مذہبی عقائد کا پرچار کرنے کی اجازت دے اور مذہبی بنیادوں پر انسانی تفریق کو ختم کرنے کے لئے مؤثر اقدامات کرے۔ امریکی ایوان نمائندگان کی اس قرارداد میں مزید کہا گیا کہ اس قسم کے قوانین (یعنی توہین رسالت اور قادیانیوں پر پابندی جیسے قوانین) انسانی حقوق کی خلاف ورزی شمار ہوتے ہیں اور بین الاقوامی قوانین اس قسم کی پابندی کی اجازت نہیں دیتے' قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ انسانی حقوق کی عالمی قرارداد کے آرٹیکل نمبر ۱۸ کے تحت ہر ایک کو اپنے مذہب پر اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے جبکہ اسے اپنے اعتقاد اور عقائد سمیت مذہب تبدیل کرنے کا بھی حق ہے اور اس کے مطابق وہ تدریس اور اپنے عقائد کا پرچار بھی کرسکتا ہے۔ یہ سب کچھ ایسے وقت پر ہوا جبکہ اسلامی ملک پاکستان میں مذہب اسلام کے مبلغین کے ہاتھ پاؤں باندھے جاچکے تھے' مدارس و مساجد اور دینی جماعتوں پر پابندی کے احکامات صادر ہوچکے تھے' کسی بھی مذہب کے خلاف بولنے کی ممانعت کردی گئی تھی' گویا میدان صاف کردیا گیا تھا تاکہ ایسے ماحول میں قادیانی اور عیسائی کھلے بندوں اپنے مذہب کی تبلیغ کرسکیں اور انہیں کوئی روکنے والا بھی نہ ہو' قادیانیوں اور عیسائیوں کو اپنے کفر وارتداد کی تبلیغ کی کھلی اجازت دینے کا یہ منصوبہ پتھروں کو باندھنے اور کتوں کو کھول دینے کے مترادف ہے۔ اس تفصیل کے بعد نہ کوئی سوال باقی رہ جاتا ہے اور نہ ضرورت جواب۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
بمن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

(میں اغیار کے ظلم پر نہیں روتا میرے
ساتھ جو کچھ بھی کیا اپنے دوست نے کیا)

اس کے باوجود یہ یاد رکھنا چاہئے ۔ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے' یہاں مسلمان رہتے ہیں جو ایک خدا کے ماننے والے ہیں' قرآن ان کا دستور حیات ہے' وہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں' وہ اس پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی یا ہادی نہیں آئے گا' اسلام کے سوا کوئی مذہب یا کوئی "ازم" انہیں قبول نہیں' ان عقائد کے تحفظ کی خاطر ہر مسلمان اپنے خون کے آخری قطرے تک قربان کردے گا' مسلمان قوم ابھی زندہ ہے' وہ دنیا کے قوانین کے بجائے خدائی قوانین پر یقین رکھتی ہے' وہ سپر پاور صرف اپنے پروردگار کو مانتی ہے' اسی کی ذات کی دی ہوئی قوت سے ہر مسلمان ناموس رسالت کا تحفظ کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہے بلکہ یہ اس کا جزو ایمان ہے۔ طاغوتی قوتوں کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اس مرحلے پر مسلمانوں سے قسمت آزمائی نہ کریں' کہ:

بڑا فلک کو بھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

بقیہ خلافت صدیقی

انہیں امن (بے خوفی) عطا فرمادیں گے۔"

یہ علامت بھی خلافت صدیق کے زمانہ میں پائی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین نے سر اٹھایا' باغیوں نے شورش برپا کی۔ رومی سلطنت کی طرف سے حملہ کا خطرہ خود آنحضور کے زمانہ میں پیدا ہوگیا تھا' لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سب مشکلات پر قابو پالیا' مرتدین فنا کردیئے گئے' بغاوت فرو کردی گئی' رومیوں کے حوصلے پست ہوگئے اور مسلمان خود ان پر حملہ آور ہوگئے' خوف کے بعد کامل امن کی موعودہ فضا پیدا ہوگئی۔ ان اجزائے آیت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ موعود اور امام برحق تھے' اور ان کی خلافت موعودہ خلافت تھی۔ یہ آیت خلافت صدیقی کے لئے نص ہے' جس کا اقتضاء یہ ہے کہ ان محترم کو خلیفہ منتخب کرنا رضائے الٰہی اور حکم الٰہی کے مطابق تھا۔ آخر میں ارشاد فرمایا:

"جو شخص اس کے بعد ناشکری کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔"

خلفائے راشدین کی خلافت حقانیت اور صحت کا جو منکر ہو وہ فاسق ہے۔ ان حضرات میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت صدیق اکبرؓ ہیں' ان کی خلافت کی حقانیت کا منکر بھی فاسق اور مستوجب عذاب آخرت ہے۔ یہ ان کی خلافت کے حق ہونے کا اعلان ہے' اور ان کے مخالفین کے لئے تہدید ہے۔

اس بارے میں متعدد احادیث بھی مروی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ سمجھدار کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔

اچھے کاموں کی تلقین

شفیق الرحمٰن کیلانی

آج کل دنیا میں گناہ اور جرائم کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ لوگ دھڑا دھڑ جرم کرتے ہیں اور پھر اس جرم کا اقبال بھی نہیں کرتے کیوں؟ اس لئے کہ ہم لوگ اسلام کو بھول چکے ہیں۔ جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں احکام بتائے تھے۔ ہم انہیں بھلا کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔ مثلاً بہت سے لوگ سود رشوت' جھوٹ بولنا' خود غرضی' غیبت' چغل خوری' بہتان طرازی' افواہ پھیلانا' جوا' شراب پینا اور دوسرے نہ جانے کتنے گناہوں میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے متعلق فرمایا:

''سود کے ستر حصے ہیں اور ان میں سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔''

جھوٹ بولنا:

جھوٹ بولنا بھی عام ہو چکا ہے' یہ ایک منافق کی نشانی ہے کہ وہ باتیں کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے:

"من کثر کلامہ کثر خطاؤہ"

''جس شخص کی جتنی زیادہ باتیں ہوں گی' اتنی ہی اس کی خطائیں' اور گناہ زیادہ ہوں گے۔''

ایک مرتبہ فرمایا:

"الصدق ینجی و الکذب یھلک"

''سچائی (آدمی کو) نجات دلاتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کرتا ہے۔''

ایک مرتبہ خود غرضی کے بارے میں فرمایا:

''جس شخص کو اپنے مسلمان کے غم کا خیال نہیں' وہ مسلمان نہیں۔''

نیز فرمایا:

"لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ"

ترجمہ: ''تم میں سے وہ شخص مومن نہیں' یہاں تک کہ (اس کی یہ حالت ہو جائے کہ) وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

یعنی اگر تم پسند کرتے ہو کہ میں سیب کھالوں تو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو یعنی اسے بھی اپنے حصے سے سیب دے دو' اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اس مصیبت سے بچ جاؤں' تو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کریں۔ یعنی اگر وہ بھی آپ جیسی کسی مصیبت میں پھنسا ہوا ہے تو اسے بھی اس مصیبت سے نکالیں۔ غرضیکہ خود غرضی کا مکمل خاتمہ کریں۔

غیبت کرنا:

بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ دوسرے کی غیبت کرتے پھرتے ہیں۔ ادھر اس شخص کا کوئی عیب دیکھا اور ادھر اس شخص کے اس عیب کا ذکر کسی دوسرے آدمی سے کر دیا تاکہ وہ لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار ہو۔ یہی غیبت ہے اور بعض لوگ تو کسی کے ذمہ خواہ مخواہ کوئی نہ کوئی الزام دھرتے رہتے ہیں۔ خواہ اس نے وہ کام کیا ہو یا نہ کیا ہو' یہی بہتان طرازی ہے۔ حدیثوں میں اس کی تعریف یوں ہی آئی ہے۔ قرآن کریم نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف کہا ہے۔ قرآن پاک نے فرمایا:

ترجمہ: ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھالے؟ (یعنی غیبت کرے؟ یقیناً نہیں) وہ اس کو سخت ناپسند کرے گا۔''

اس لئے انگریزی میں اس کو بیک بائٹنگ کہتے ہیں۔ یعنی اس کے لفظی معنی بنتے ہیں:

''کسی کو اس کے پیٹھ پیچھے سے کاٹنا''

اور اس کے مرادی معنی ''غیبت'' کے ہیں۔ گویا ''غیبت ہی سے مراد کسی مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے'' کا ایک ثبوت انگریزی زبان سے بھی مل گیا۔

بہتان طرازی:

قرآن کریم میں بہتان طرازی کے متعلق بھی سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ اس جرم کے کرنے والوں کو سخت الفاظ سے ڈرایا ہے۔ لیکن پھر بھی لوگ ان جرائم کے ارتکاب سے باز نہیں آتے اور اگر ہم لوگ یہ جرائم کر کے اپنی غلطی مان لیں اور سمجھ لیں کہ ہم نے جرم کیا ہے' تو پھر کچھ بات بن سکتی ہے' جرم پر کچھ پردہ پوشی ہو سکتی ہے' سزا کچھ کم ہو سکتی ہے۔

☆☆..........☆☆

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے۔ جس میں سیرت رسول آخرینؐ، سیرت الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کیے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین، ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھایئے

- خریدار بنیئے ــــ بنایئے
- اشتہارات دیجئے
- مالی امداد فراہم کیجئے

اِنشاءاللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے